بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۙ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۙ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

مرثیے

سوزخواں
سید محمد علی نقوی برادران

www.facebook.com/soazkhwanee
www.facebook.com/soazkhuan
April 19, 2023

برائے ایصالِ ثواب

علامہ رشید ترابی، علامہ طالب جوہری، علامہ ضمیر اختر نقوی، میر انیس، مرزا دبیر، سوزخواں حسن عابد جعفری، سوزخواں عظیم الحسن ، مولانا محمد عون نقوی، مولانا غلام حسنین رضوی، علامہ عرفان حیدر عابدی، محسن نقوی شہید، سید الطاف حسین نقوی ابن امیر حسین ، امام النساء بنت رحمت علی، تیغ علی رضوی ابن سیف علی رضوی، سید ابرار حسین نقوی ابن سید الطاف حسین نقوی، کنیز فاطمہ بنت سید تیغ علی رضوی، سیدہ نثار فاطمہ بنت سید ابرار حسین نقوی، نقی مہدی رضوی ابن طاہر حسین رضوی، سید طاہر حسین رضوی ابن ظفر حسین رضوی، سید اشفاق حسین نقوی ابن ابرار حسین نقوی، برکت حسین رضوی ابن محمد رضا رضوی، آفتاب حیدر زیدی ابن زاہد حسین زیدی، تہور علی ابن تیغ علی، حیدر اشرف، صفدر اشرف ، اصغر اشرف ابن تہور علی، اشرف النساء، قمر النساء، اعجاز حسین ابن اقبال حسین، اقبال حسین ابن الطاف حسین، اختر عباس رضوی، سید ضیغم عباس رضوی، سید علمدار حسین زیدی، عذرہ بنت شاکر حسین، کلثوم بانو بنت تیغ علی، شہر بانو بنتِ تیغ علی، قمر النساء بنت الطاف حسین، سید آل نبی کاظمی ابن سید شمشاد علی کاظمی، بہار فاطمہ بنت زوار حسین، سیدہ شمیم فاطمہ بنت سید آلِ نبی کاظمی، سید آل احمد کاظمی ابن سید آل نبی کاظمی، بنی بنت کامدار خان، زاہدہ بنت مومن علی، ہاشمی بنت شمشاد علی، سید بشارت حسین بلگرامی، سیدہ انیس فاطمہ، وزارت حسین بلگرامی، بنی فاطمہ، سید زوار حسین ابن ضمیر الحسن، ساجدہ بانو بنت محمد عسکری، صادق حسین ابن مرتضیٰ حسین، زاہدہ بنت مومن علی، اختری بنت نثار حسین، بابو بھائی، سعید کاظمی، سید ابوالحسن بلگرامی، سیدہ شان فاطمہ، حسن باقر بلگرامی، مسلم بلگرامی، ابن حسن کربلائی، سید انتظار حسین جعفری، حاجی مطلوب حسین، امداد حیدر نقوی، سیدہ خاتون، سیدہ نایاب بانو، سید انصار حسین نقوی، سبطِ حسن کاظمی، نفیس فاطمہ، تسنیم کوثر، سید حسن حیدر کاظمی، الحاج ناصر عباس بنگش، حبیب رضی جعفری، قیصر حسین زیدی، نذر فاطمہ، حکیم مسلم عباس، حسن عسکری، طلعت فاطمہ و کل مومنین و مومنات ، جن و انس، محبان اہلبیتؑ و شیعان حیدر کرار

تاریخ وار مرثیوں کی ترتیب

یکم محرم	آمدِ کربلا، مدینے سے روانگی
۲ محرم	شہادت حضرت مسلم علیہ السلام و پسران
۳ محرم	شہادت اصحابِ حسین علیہ السلام
۴ محرم	شہادت حضرت عون و محمد علیہ السلام
۵ محرم	شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام
۶ محرم	شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام
۷ محرم	شہادت حضرت قاسم ابن حسن علیہ السلام
۸ محرم	شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السلام
۹ محرم	رخصت امام حسین علیہ السلام
۱۰ محرم	شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

جب کوچ کی شب قبرِ نبیؐ پر گئے شبیرؑ
1 رخصت کو معِ آلِ پیمبرؐ گئے شبیرؑ
قندیل جو روشن کی تو غش کر گئے شبیرؑ
زینبؑ نے یہ جانا کہ بس اب مر گئے شبیرؑ
تھی غش میں ندا ہم اسی حسرت سے مرینگے
اب روشنی اس قبر پہ کاہے کو کرینگے

اے نانا کے روضے میرا گھر ہوتا ہے ویراں
2 اے قبرِ حسینؑ آج کی شب ہے تیرا مہماں
کل صبح میری آخری منزل کا ہے ساماں
کل رُوح میرے نانا کی ہووے گی پریشاں
اے قبر میں دُکھ پاؤنگا پردیس میں جا کر
تُو شق ہو تو نانا سے لپٹ جاؤں میں آ کر

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ سوئے قبلہ سنایا
3 اس قبر کے صاحب کی قسم تجھ کو خدایا
وہ صبر مجھے دے جو کسی نے نہ ہو پایا
نانا کہیں اس نے میری امت کو بچایا
وہ حلم عطا کر تو حسینؑ ابنِ علیؑ کو
سب مجھ کو ستائیں نہ ستاؤں میں کسی کو

شبیرؑ نے سر شکر کے سجدے میں جھکایا
4 اور پہلوئے مرقد میں مصلے کو بچھایا
سوئے جو عبادت میں تو نانا نظر آیا
تا ناف انہیں قبر سے نکلا ہوا پایا
دیکھا کہ گلے ملنے کے ارمان بڑے ہیں
پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو مرقد میں کھڑے ہیں

روضے میں پیمبرؐ کے تو یہ حشر تھا برپا
5 باہر سے بھی رونے کی صدا کچھ ہوئی پیدا
سیدانیاں چلائیں کہ یہ نوحہ ہے کس کا
بانوؑ نے کہا کوئی نہیں ہو تو ہو صغراؑ
روتی ہے وہی صاف میرے دل کو خبر ہے
وہ تپ میں ہے اور اسکے مسیحا کا سفر ہے

شہؑ بولے یہاں کیوں وہ نہیں آتی ہے کیا ہے
6 فضہؑ نے کہا روضے کا در بند کیا ہے
بیٹھی ہوئی دروازے پہ مشغول بکا ہے
اور قبرِ پیمبرؐ کیطرف کو یہ صدا ہے
اے نانا اٹھو قبر سے امداد کی خاطر
سب ملنے کو آئے ہیں میں فریاد کی خاطر

یہ کہتی تھی صغراؑ کہ ہوئے صبح کے آثار
7 عباسؑ سے شہؑ بولے کہ اسواری ہے تیار
اونٹوں پہ قرینے سے چڑھے عترتِ اطہار
زینبؑ رہے محمل میں سکینہؑ سے خبردار
چھوٹوں کے نگہباں رہیں جو سِن میں بڑے ہیں
دروازے سے صغراؑ نے کہا ہم بھی کھڑے ہیں

غش ہوگئے صغراؑ کے بیاں پر شہِ ذیشاں
8 روضے میں ہوا شور قیامت سے دوچنداں
صغراؑ نے بھی در کھولدیا ہوکے پریشاں
بابا کی بلائیں لیں کہا روکے میں قرباں
صدمہ تمہیں ہوتا ہے میں اب کچھ نہ کہونگی
لو ہوش میں آؤ میں مدینے میں رہونگی

گھر سے جب بہرِ سفر سیدِ عالم نکلے
1 سر جھکائے ہوئے بادیدۂ پُر نم نکلے
خویش و فرزند کمر باندھ کے باہم نکلے
رو کے فرمایا کہ اس شہر سے اب ہم نکلے

رخ کیا شہ نے سوئے قبرِ شہنشاہِ انام
بہرِ تسلیم جھکے متصلِ بابِ سلا 2
اذن پاکر جو گئے قبر کے نزدیک امام
عرض کی آیا ہے آج آخری رخصت کو غلام

رات سے گریۂ زہرا کی صدا آتی ہے
دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لیجاتی ہے

یہ مکاں ہم سے اب اے شاہِ ذمن چھٹتا ہے
آج حضرت کے نواسے سے وطن چھٹتا ہے

چین سے سب ہیں گھروں میں ہمیں ملتا نہیں چین
3 سخت آفت میں پھنسا آپ کا یہ نورالعین
ٹکڑے دل ہوتا ہے جب رو کے حرم کرتے ہیں بین
ننھے بچوں کو بھلا لیکے کدھر جائے حسینؑ

یہ بیاں کرکے جو تعویز سے لپٹے سرورؑ
یوں لی قبر کہ تھرائی ضریحِ انو 4
آئی تربت سے یہ آوازِ حبیبِ داور
تیری غربت کے میں صدقے میرے مظلوم پسر

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھئے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

کوئی سمجھا نہ میری گود کا پالا تجھ کو
ہائے اعدا نے مدینے سے نکالا تجھکو

کئی دن سے تیری مادر کو نہیں قبر میں چین
آئی تھی شب کو میرے پاس یہ کرتی ہوئی بین 5
گھر میرا لُٹتا ہے فریاد رسول الثقلینؐ
صبح کو اپنا وطن چھوڑ کے جاتا ہے حسینؑ
کہنے آئی ہوں کہ منہ قبر سے موڑونگی میں
اپنے بچے کو اکیلا تو نہ چھوڑونگی میں

سن کے یہ شہ نے کیا آخری رخصت کا سلام
6 نکلے روتے ہوئے اُس روضہء انور سے امام
شہؑ سے اسدم یہ کیا رو رو کے زینبؑ نے کلام
قبر پہ ماں کی مجھے لیچلو یا شاہِ انام
لوگ ہمراہ ہیں محمل میں کیونکر روؤں
ماں کی تربت سے پھر ایک بار لپٹ کر روؤں

ماں کی تربت پہ گئے شاہ بچشمِ خونبار
اتری محمل سے بصد آہ و فغاں زینبؑ زار 7
دوڑ کر قبر سے لپٹے جو امامِ ابرار
ہاتھ زہراؑ کے لحد سے نکل آئے ایکبار
آئی آواز نہ رو دل کو قلق ہوتا ہے
قبر ہلتی ہے کلیجہ میرا شق ہوتا ہے

تھی عجب طرح کی اسوقت قیامت برپا
8 گردنِ شاہ میں تھے دستِ جنابِ زہراؑ
اور بصد درد یہی قبر سے آتی تھی صدا
اے میرے بیکس و مظلوم یہ ماں تجھ پہ فدا
تڑپے صدمے سے نہ کیوں روح ہماری بیٹا
چھوڑتے ہو میری تربت کو میں واری بیٹا

9
اب بلاؤ میرا عباسؑ دلاور ہے کدھر
وہ فدا ہے میرے بچے پہ میں صدقے اسپر
شکمِ غیر سے ہے پر ہے وہ میرا ہی پسر
یہ صدا سن کے برادر کو پکارے سرورؑ
ابھی رہوار کو آگے نہ بڑھاؤ بھائی
یاد فرماتی ہیں اماں ادھر آؤ بھائی

10
آکے عباسؑ نے سر رکھدیا پائینِ مزار
آئی زہراؑ کی صدا میں تیری غربت کے نثار
دھیان بھائی کی حفاظت کا رہے اے دلدار
اپنے پیاروں کے برابر میں تجھے کرتی ہوں پیار
کوئی غربت میں اسے مار نہ ڈالے بیٹا
میرا شبیرؑ ہے اب تیرے حوالے بیٹا

یہ دن وہ ہیں کہ مدینہ نبیؐ کا ویراں ہے

1
سفر میں شاہ ہیں صغراؑ وطن میں گریاں ہے
غبار اڑتا ہے لُو چلتی ہے بیاباں ہے
اجل کا ہاتھ ہے شبیرؑ کا گریباں ہے
بتولؑ نکلی ہیں مرقد سے خاک اڑانے کو
حسینؑ جاتے ہیں امت کے بخشوانے کو

2
غرض کہ قطع ہوئی جب منازلِ صحرا
وہاں ورود ہوا فاطمہؑ کے پیارے کا
کہ جس زمین پہ گھوڑا بھی ٹھہر کر نہ چلا
رفیق رونے لگے سب یہ ماجرا ہے کیا
فلک پہ فاطمہؑ کا شوروشین جا پہنچا
پکاری موت لحد پر حسینؑ آ پہنچا

زمیں کا نام لگے پوچھنے امامِ انام
قریب آ کے زمینداروں نے کیا یہ کلام 3
اسے تو ماریہ کہتے ہیں سب خواص و عام
چلے ہیں آپ کہاں اور کیا ہے آپکا نام
حسینؑ بولے ہمیں بے دیار کہتے ہیں
جہاں چلا ہوں اسی کو مزار کہتے ہیں

جو اور نام ہو اسکا تو کچھ کرو مذکور
4 وہ ہاتھ باندھ کے بولے ہے کربلا مشہور
یہ نام سنتے ہی رونے لگے امامِ غیورؑ
پکاری پردۂ محمل سے زینبؑ رنجور
یہ کیا سبب ہے جو کرتے ہو تم فغاں بھائی
مزارِ مسلمؑ بیکس ہے کیا یہاں بھائی

کہا حسینؑ نے مسلمؑ کا یاں مزار کہاں
پڑا ہے کوفے میں بے گور جسم خستہ جاں 5
یہ وہ زمیں ہے کہ روئینگی راتوں کو اماں
اسی مقام سے آیا تھا نوحؑ کا طوفاں
نبیؐ کے پیاروں سے اس دشت کو بسائینگے
یہیں رہینگے مدینے کو اب نہ جائینگے

یہاں ہے مسلمِؑ بیکس کا ہی مزار اگر
6 بٹھاؤ اونٹ پڑھوں فاتحہ بھی میں روکر
خدا ہی جانے کہ پھر آئیں یا نہ آئیں ادھر
وگر نہ یاس میں مرجائیگی یہ خستہ جگر
فلک نے قبر اخی کی ہمیں دکھائی ہے
یہاں محبتِ مسلمؑ ہی کھینچ لائی ہے

حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں
1 اک داغ پڑا اور بھی صغرا کے جگر میں
نانی سے کہا مرتی ہوں دوری ء پدر میں
عاشور کی بھی عید نہ ہوگی میرے گھر میں

کیا جانتی تھی ایسے بچھڑ جائینگے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئینگے بابا

کیوں نانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو
2 پورے چھ مہینے ہوئے دوری ء پدر کو
حج کرکے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو
پر قبلہ و کعبہ گئے کعبے سے کدھر کو

زہرا کا قمر سوئے مدینہ نہیں آیا
اس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا

پیدا ہوئے اصغرؑ تو پیامِ سفر آیا
3 افسوس کہ جھولا بھی نہیں میں نے جھلایا
جی بھر کے بھی بھیا کو نہ سینے سے لگایا
بچھڑے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دکھایا

داخل شہِ دینؑ اب بھی نہ گھر میں ہوئے نانی
اصغرؑ چھ مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

نانی نے دلاسہ دیا لے لے کے بلائیں
4 واری گئی جیتے رہیں وہ چاہیں جب آئیں
پرزہ کوئی لکھ بھیجیں تمہیں گر نہ بلائیں
لُو چلتی ہے ان روزوں میں تشریف نہ لائیں

اغلب ہے کہ اس دھوپ میں آرام لیا ہو
اللہ کرے خیمہ ترائی میں کیا ہو

5
گرمی سے کنویں خشک ہوئے جاتی ہیں جانی
پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دھانی
وہ بولی میں ڈرتی ہوں یہ کہتے ہوئے نانی
جھیلوں کا کہیں راہ میں سوکھا نہ ہو پانی
فاقے کو جو پوچھو تو یہ ارثِ شہِ دیں ہے
بابا کو میرے پیاس کی برداشت نہیں ہے

6
بابا پہ کٹے خیر سے یارب یہ مہینہ
پر غرّہ سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے میرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ
حضرت سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ
کوفے کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نانی
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی

7
یاں گھر میں پریشان تھی شبیرؑ کی پیاری
جو ایک زنِ ہاشمیہ آکے پکاری
تم قبرِ پیمبرؐ پہ نہیں چلتیں میں واری
ابنِ حنفیہ کو غش آیا کئی باری
قندیلیں گری ہیں کہیں عمامے پڑے ہیں
سب قبر کو گھیرے ہوئے سر ننگے کھڑے ہیں

8
صغراؑ نے کہا کیوں تو تڑپ کر یہ سنا '
طائر ابھی اک خون میں ڈوبا ہوا آیا
پر جھاڑے لہو قبرِ پیمبرؐ پہ گرایا
اور کھول کے منقار عجب شور مچایا
کیا جانئے کیا غم کی خبر اس نے کہی ہے
اب تک ترے نانا کی لحد کانپ رہی ہے

جب کوفیوں نے حضرتِ مسلمؑ سے دغا کی

1 جو وعدہ کیا ایک نے اُس پر نہ وفا کی
کی شرم خدا سے نہ محمدؐ سے حیا کی
مظلوم پہ بیکس پہ مسافر پہ جفا کی
پانی نہ دمِ مرگ دیا تشنہ دھن کو
کس ظلم سے ٹکڑے کیا آوارہ وطن کو

جانے کی کہیں راہ نہ تھی بند تھے رستے
2 کوفی چلے آتے تھے کمر ظلم پہ کستے
گھیرے تھے سوارانِ ستمگار کے دستے
تھے نیچے یہ اور کوٹھوں سے پتھر تھے برستے
جب وار نہ چل سکتا تھا اُس شیرِ ژیاں پر
انگارے لعیں پھینکتے تھے سوختہ جاں پر

نرغہ ہوا اُس شہؑ کے ہراول پہ یکا یک
3 تلوار سے کٹ کر گرے لب ہائے مبارک
پہلو پہ لگیں برچھیاں اور چھاتی پہ ناوک
دنداں بھی شکستہ ہوئے پتھر چلے یاں تک
آلودہ تھی سب ریشِ مبارک جو لہو سے
چھاتی پہ ٹپکتا تھا لہو ہر بنِ منہ سے

جب غش میں گرا خاک پہ وہ بیکس و ناچار
4 اعدا نے کیا مسلمِؑ بیکس کو گرفتار
اُس زخمی کے بازو میں رسن باندھ کے اک بار
کوٹھے پہ جدا کرنے کو سر لے گئے کفار
سو ٹکڑے محمد ﷺ کا ہوا دل بھی جگر بھی
مارے گئے مسلمؑ بھی ہوئے قتل پسر بھی

5 بیٹوں نے تو پایا بھی کفن آبِ رواں کا
اور باپ کو کیسا کفن اور غسل کہاں کا
کوٹھے پہ تو سر کٹ گیا اُس شیرِ ژیاں کا
اور جائے کفن خوں نے تنِ پاک کو ڈھانپا
خندق میں بھی رہنے دیا نہ غار میں لاشہ
رسی سے پھرے کھینچتے بازار میں لاشہ

6 قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلمؑ کا نہ لایا
تشویش میں تھا حیدرِ کرارؑ کا ،
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا
بھجوا کے کسی کو اُسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِؑ دیں کو
نعلینِ مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

7 پھر تھام کے ہاتھ اُسکا اٹھے سیدِ والا
لیجا کے کنارے اُسے اسطرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں یا شاہ
شہؑ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے
مسلمؑ میرے بھائی کی بھی کچھ تجھکو خبر ہے

8 رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ
مسلمؑ کا بھی سر کٹ گیا ھانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازار میں کھینچے لئے پھرتے تھے سرِ راہ
دونوں سروں کی شام میں جانے کی خبر ہے
لاشوں کو سرِ دار چڑھانے کی خبر ہے

انساں کیلئے موت ہے غم بیوطنی کا
جانکاہ ہے اندوہ الم بیوطنی کا 1
صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بیوطنی کا
آفت ہے قیامت ہے ستم بیوطنی کا
کانٹوں کے الم سیدِ سجادؑ سے پوچھو
ایزائے سفر مسلمِؑ ناشاد سے پوچھو

کی سخت دغا کوفیوں نے گھر میں بلا کے
2 سب پھر گئے جن لوگوں کے دعوے تھے وفا کے
لاکھوں ہیں عدو جائیں کدھر جان بچا کے
آفت میں گرفتار ہوئے کوفے میں آ کے
یاور نہیں ہمدم نہیں غمخوار نہیں ہے
نرغے میں ہیں اور کوئی مددگار نہیں ہے

ہیں سنگدل ایسے وہ جفا کار و ستمگر 3
کوٹھوں سے لگانے لگے مظلوم پہ پتھر
نورانی بدن ہوگیا مجروح سراسر
اور سامنے سے منہ پہ لگا ظلم کا خنجر
کیوں گر نہ پڑا ہائے فلک پھٹ کے زمیں پر
لعلِ لبِ جاں بخش گرے کٹ کے زمیں پر

4 پھینکا اسے جب خاک پہ بادیدہء گریاں
اِک جام ضعیفہ نے دیا پھر اُنہیں اُس آن
پینے بھی نہ پایا تھا کوئی گھونٹ وہ زیشاں
پانی میں جدا ہو کے گرے گوہرِ دنداں
فرمایا یہ ثابت ہو پیاسے ہی مرینگے
اب ساقیء کوثر ہمیں سیراب کرینگے

5 دشمن تو کئی سو تھے یہ بے یار و مددگار
برچھی کبھی پڑتی تھی کبھی پڑتی تھی تلوار
اندوہ پہ اندوہ تھے آزار پہ آزار
کس یاس سے اک اک کا منہ تکتے تھے ہر بار
بازو کو ستمگار جو باندھے تھے رسن سے
فوارۂ خوں چھٹتا تھا ہر زخمِ بدن سے

6 القصہ لب بام جو لایا انہیں سفاک
تر ہو گیا آنسوؤں سے مسلمؑ کا رخِ پاک
فریاد سوئے کعبہ یہ کی بادلِ غمناک
رُوحی بافداک اے پسرِ سید لولاک
کرتا ہے سفر خلد سے غمخوار تمہارا
موقوف ہے اب حشر پہ دیدار تمہارا

7 فرما کے یہ گردن طرفِ قبلہ جھکائی
شمشیر جفا کار نے چمکا کے اٹھائی
آواز یہ مخدومۂ کونین کی آئی
مرتا ہے ہراول میرے بچے کا دھائی
اِس ظلم سے باز آ جو خدا کا تجھے ڈر ہے
ظالم سرِ مسلمؑ پہ میرا ہاتھ سپر ہے

8 زہرؑا نے کئی بار تڑپ کر یہ پکارا
کیا دل تھا کہ مطلق نہ ڈرا وہ ستم آرا
ظالم نے کئی ضرب میں سر تن سے اتارا
پھٹتا ہے جگر اب نہیں گویائی کا یارا
لکھا ہے چلا لیکے جو قاتل سرِ مسلمؑ
کوٹھے کے تلے پھینک دیا پیکرِ مسلمؑ

1
پردیس میں مسلمؑ کے یتیموں پہ جفا ہے
دریا پہ پئے قتل عدو لیکے چلا ہے
چھوٹا تو بڑے بھائی کا منہ دیکھ رہا ہے
زور اسکو مدد کا نہیں مشغولِ بکا ہے
بے رحم کے قابو میں ہیں دو نازوں کے پالے
ہر سو نگراں ہیں کہ کوئی آ کے بچالے

2
چھوٹے کو بڑا بھائی ہے بڑھ بڑھ کے بچاتا
ہر بار ہے مصحف کی طرح بیچ میں آتا
رو دیتا ہے کچھ کہنے کا موقع نہیں پاتا
بے ساختہ اک بات زباں پر ہے یہ لاتا
سن حال غریبوں کا خدا کیلئے دم لے
اب ہم تیرے گھر میں کبھی آئیں تو قسم لے

3
تُو کُور ہے ظالم نظر آئے تجھے کیونکر
لے دیکھ نبیؐ روتے ہیں دریا پہ کھلے سر
یہ سن کے اٹھا حارثِ ملعون و ستمگر
ظالم نے کہا مجھ کو نہیں خوفِ پیمبرؐ
اک تیغ تلے دونوں برادر کو بٹھا کر
سر کاٹا بڑے بھائی کا چھوٹے کو دکھا کر

4
سر پاس رکھا لاش کو دریا میں بہایا
بھائی کے گلے کا جو لہو خاک پہ پایا
الفت سے برادر کو لہو جوش میں آیا
تب جوڑ کے ہاتھ اپنے یہ قاتل کو سنایا
پُوچھوں یہ لہو کرتے سے تلوار جھکا دے
لوٹوں بڑے بھائی کے لہو میں جو رضا دے

5
وہ بولا کہ ہو شوق سے غلطاں مجھے کیا ڈر
بھائی کے لہو میں وہ لگا لوٹنے گر کر
کہتا تھا بڑے بھائی کہاں ڈھونڈے برادر
تم تو ابھی بیٹھے ہوئے تھے میرے برابر
کس نے ہی نصیب ایسے الٹتے ہوئے دیکھا
بھائی نے گلا بھائی کا کٹتے ہوئے دیکھا

6
ناگاہ غضب و طیش سے حارث یہ پکارا
بس لوٹ چکے اٹھو کہ سر کاٹوں تمہارا
اٹھ بیٹھا کہا جلد گلا کاٹ ہمارا
سر کاٹ کے دریا میں جو تن ڈالا قضارا
مردے نے کہا پورے ہوئے دل کے ارادے
اے بحر مجھے بھائی کے لاشے سے ملادے

7
وہ لاشہ بھی تھا منتظرِ لاشِ برادر
نہ غرق ہوا تھا نہ بہا تھا تنِ بے سر
اللہ کی قدرت سے وہ تھا پانی کے اوپر
اور ہائے اخی کہتا تھا ہر بار تڑپ کر
بہہ کر جو کنارے سے یہ خونیں کفن آیا
پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو اُسکا بدن آیا

8
سینے پہ رکھا سینہ جگر رکھا جگر پر
دو ہاتھ مدینے کی طرف اٹھے برابر
حق سے یہ دعا کی کہ بچے اکبرؑ و اصغرؑ
شبیرؑ کی اب خیر ہو ہم تو ہوئے بے سر
مادر کو بھلادیجیو اب یاد ہماری
لے لیجیو جلاد سے تو داد ہماری

جب قتل ہوا ایلچیِ سید والا
1 بچوں پہ عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا
تھے ننھے سے سینوں میں کلیجے تہ و بالا
گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اٹے تھے

اک پیر زن اتنے میں نظر آ گئی ناگاہ
داماد کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ 2
یوں کہنے لگے اس سے بصد عجز وہ ذیجاہ
اک دوپہر اس گھر میں اماں دو ہمیں للہ
معصوم ہیں ہم بے وطن و زار و حزیں ہیں
مظلوم ہیں سید ہیں گنہگار نہیں ہیں

کھانا بھی نہ کھایا نہ پیا دونوں نے پانی
3 اور سوئے بہم مسلمِ مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی
دروازے پہ آ پہنچا اُدھر ظلم کا بانی
چلایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسوں کا تھکا آیا ہوں در کھول دے آ کر

تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر
ہر سُو صفتِ گرگ لگا ڈھونڈنے اٹھ کر 4
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر
پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
واں مسلمِ مظلوم کے پیارے نظر آئے
اک برج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

بچوں کو لئے نہر پہ پہنچا جو وہ بے پیر 5
اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر
کر رحم کے معصوم ہیں ہم بیکس و دلگیر
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم میرے دل میں نہیں ہے

6 نامرد نے حملہ کیا تلوار اٹھا کر
سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر
جا بیٹھا تہہِ تیغِ دودم سر کو جھکا کر
تلوار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر 7
بالائے زمیں کٹ کے ستارہ سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے پھینکا تنِ اطہر
چلاکے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں
وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں

8 آیا جو شقی تیغ علم کرکے دوبارا
چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا
جلاد نے تن پر سے سر اس کا بھی اتارا
دھبا بھی نہ خوں کا لگا شمشیرِ عدو میں
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

کی حُرؑ سے درگزر جو امامِ غریب نے
بخشی خطا خدا نے خدا کے حبیبؐ نے
بڑھ کر گلے میں ڈالدیں باہیں حبیب نے
بچھڑے ہوؤں کو خوب ملایا نصیب نے

سبطِ نبیؐ نے ہاتھ بڑھائے سُوئے غلام
قدموں پہ آنکھیں ملنے لگا وہ فلک مقام
یہ حال تھا اِدھر کہ اٹھا پردہء خیام
فضہ ہوئیں حرم سے برآمد بااہتمام

فرزند نوجواں سے تو اکبرؑ لپٹ گئے
عباسؑ اُسکے بھائی سے بڑھ کر لپٹ گئے

کی عرض پاس آکے امامِ انامؑ سے
حرؑ کی طلب ہے خیمہء عرش احتشام سے

مولا سے اذن لیکے جو آیا قریبِ در
زینبؑ حجاب میں تھیں اُدھر لونڈیاں اِدھر
خم ہوگیا سلام کو ڈیوڑھی کو چوم کر
فضہ نے عرض کی کہ وفادار نامور

فرماتی ہیں کہ یہ تیرا احساں نہیں ہے کم
کھائی ہے تو نے نصرتِ شبیرؑ کی قسم
غربت میں غمزدوں کا ہوا تو شریکِ غم
مجبوریوں سے اپنی پریشان ہیں حرم

یہ برکتیں ہیں نصرتِ آلِ رسولؐ کی
تجھ کو دعائیں دیتی ہیں بیٹی بتولؑ کی

دشتِ بلا میں وہ سروساماں نہیں رہے
ہم قابلِ ضیافتِ مہماں نہیں رہے

رونے لگا یہ سن کے وہ شیدائے پنجتن　　فضہ سے بولی سن کے یہ مخدومہء انام
بولا با اشک و آہ کہ مخدومہء زمن　　کہدے میری طرف سے کہ اے حرِّ نیکنام
اپنوں سے اور ذکرِ ضیافت دمِ محن　　تو محسنِ بتولؑ ہے اے عاشقِ امامؑ
مجھکو خجل نہ کیجیئے فرماکے یہ سخن　　زینبؑ کے دل سے پوچھے کوئی تیرا احترام

سینے سے دل ہے سیر فدائے امامؑ ہوں　　اہلِ وفا ہیں ثانیء الیاس کی طرح
مہمان غیر ہوتے ہیں میں تو غلام ہوں　　تو بھی ہمارا بھائی ہے عباسؑ کی طرح

روحِ نبیؐ گواہ ہے شاہد ہے کبریا　　حیرت سے بولی خواہرِ سلطانِ دوجہاں
اپنوں میں کرچکے تجھے شاملِ شہِ ہدٰاؑ　　فضہؑ یہ پوچھ تو تجھے اماں ملی کہاں
بولا یہ سب ہے فیضِ درِ آلِ مصطفیٰ　　کی عرض صبح خواب میں تھا میں کہ ناگہاں
توبہ ہوئی قبول ملے شاہِ کربلاؑ　　زہراؑ نظر پڑی مجھے کوفے کے درمیاں

تنہا کیا معاف نہ سبطِ رسولؐ نے　　پوچھا وہاں بتولؑ کو کس کی تلاش تھی
خود بخش دیں تمام خطائیں بتولؑ نے　　روکر کہا کہ گود میں مسلمؑ کی لاش تھی

جب حضرتِ زینبؑ کے پسر مر گئے دونوں
تھا شور کہ پیاسے لبِ کوثر گئے دونوں
چھوٹے تھے مگر نام بڑا کر گئے دونوں
دربارِ محمدؐ میں برابر گئے دونوں

دو بیٹوں کے مرنے کی یکا یک خبر آئی
نہ روئی نہ ماتم کیا نہ خاک اڑائی
منہ سے نہ کہا یہ کہ لٹی کس کی کمائی
پوچھا تو یہ پوچھا کہ سلامت تو ہیں بھائی

زہراؑ کیطرح عاشقِ اولاد تھی زینبؑ
بیٹوں کا تو ماتم تھا مگر شاد تھی زینبؑ
سمجھی نہ کہ دنیا سے یہ پیارے گئے کس کے
یہ بھی نہ کہا لاڈلے مارے گئے کس کے

پرسے کے لئے آئیں جو سب بیبیاں باہم
فرمایا بھرے گھر میں مناسب نہیں ماتم
ہے ہے نہ کرو صاحبو کچھ مجھ کو نہیں غم
مانگو یہ دعا خلق میں بھائی کا رہے دم

کچھ قاسمؑ و اکبرؑ سے سوا انکا نہ تھا پیار
کیوں رووں سلامت رہیں دونوں میرے دلدار
سو ایسے پسر ہوں تو نثارِ شہِ ابرارؑ
میں شاد ہوں رحم اُن پہ کرے ایزدِ غفار

کونین میں رتبے میرے پیاروں کے بڑے ہیں
میں جانتی ہوں آج وہ پروان چڑھے ہیں
جب تک نہ وہ مارے گئے تھے مجھ کو قلق تھا
حق بھائی کا مجھ پر تھا تو اُن پر میرا حق تھا

تھی مجھ کو بڑی فکر کہ کیا ہوگا الٰہی
پر دونوں نے جو بات کہی تھی وہ نبھائی
مرتے نہ پسر آج تو تھی ماں پہ تباہی
میں کہتی تھی جو ہوتا تھا میدان کو راہی
سر دینے کو رن میں نہ شہِ جن و بشر جائیں
میں نے تو دعا کی تھی کہ پہلے یہی مر جائیں

کہتے ہیں بڑا نام کیا خوب وغا کی
ہر ضرب پہ خود قبلۂ عالم نے ثنا کی
سنتی ہوں الٹ دی تھیں صفیں اہلِ جفا کی
میں ایسی نہ تھی کچھ یہ عنایت ہے خدا کی
ہاں صاحبِ ہمت تھے وفا کر گئے دونوں
حق دودھ پلانے کا ادا کر گئے دونوں

زینبؑ کے جب زمین پہ رشکِ قمر گرے
دونوں شہید ایک جگہ خوں میں تر گرے
بسمل سے خاک پر ادھر اٹھے اُدھر گرے
غل پڑ گیا کہ بنتِ علیؑ کے پسر گرے
بچوں کے ہوش عالمِ غش میں بجا نہ تھے
پر ننھے ہاتھوں سے قبضے جدا نہ تھے

حضرت سے عرض کی علی اکبرؑ نے دوڑ کر
مارے گئے حضور پھپھی جان کے پسر
رنگ اڑ گیا حسینؑ کا سنتے ہی یہ خبر
فرمایا ہائے لٹ گیا بیکس بہن کا گھر
ہم رہ گئے بڑھاپے میں آنسو بہانے کو
عباسؑ آؤ بچوں کے لاشے اٹھانے کو

یہ کہکے ننگے پاؤں چلے شاہِ ذی وقار
گونجا جو شیر خوف سے پسپا ہوئے لعیں

نیزہ اٹھا اٹھا کے لگے روکنے سوار
ریتی پہ لوٹتے نظر آئے وہ مہہ جبیں

اکبرؑ نے تیغ میاں سے لی بہرِ کارزار
لاشوں کے گرد پھر کے پکارے امامِ دیں

بڑھ کر پکارے حضرتِ عباسؑ نامدار
اے بھانجو ہم آئے ہیں تم کو خبر نہیں

شیروں کے منہ پہ آتے ہو کیا بے شعور ہو
جھک جاؤ ہاتھ باندھ کے تسلیم کیلئے

بس خیر ہے اسی میں کہ ہٹ جاؤ دور ہو
شیرو اٹھو حسینؑ کی تعظیم کیلئے

بازو ہلا کے عونؑ کا اکبرؑ نے دی صدا
دونوں نے ہاتھ چھاتی پہ رکھے کہ یاں ہے دم

بھیا پکارتے ہیں شہنشاہِ کربلا
رخصت ہے ماموں جان چلے اب جہاں سے ہم

چھوٹے کو لیکے گود میں عباسؑ نے کہا
روتی ہیں نانی جان سرہانے با دردوغم

بیٹا حسینؑ روتے ہیں چونکو تو اک ذرا
دادا گلے لگاتے ہیں شفقت سے دمبدم

کیوں تیوریاں بدلتے ہو منہ موڑ موڑ کے
کیا عزتیں حضور کے صدقے سے پائی ہیں

باتیں کرو حضور سے ہاتھوں کو جوڑ کے
نانی ہمیں بہشت سے لینے کو آئی ہیں

فرمایا شہؑ نے ماں کو بھی دیتے ہو کچھ پیام
رو کر کہا کہ داغِ دل اور تحفہء سلام
پوچھیں جو ہم کو والدہ اے آسماں مقام
کہہ دیجیئے گا مر گئے وہ باوفا غلام
بیٹی سخی کی آپ ہیں امداد کیجئے
روحوں کو دودھ بخش کے دل شاد کیجئے

باتیں یہ کر کے رکھ دیئے شہؑ کے قدم پہ سر
جھک کر لگے پکارنے سلطانِ بحر و بر
ماموں تمہارے صدقے ہو منہ تو کرو اِدھر
کیا جانکنی میں بولتے وہ غیرتِ قمر
آنکھیں پھرا دی ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر
دونوں تمام ہو گئے دم توڑ توڑ کر

سفر سے جبکہ نہ شبیر کی خبر آئی
یہ کہکے انکا قلمدان وہ اٹھا لائی
امید و بیم میں صغراؑ چچا کے گھر آئی
اور التماس کیا اے حسینؑ کے بھائی
محمدِ حنفی نے کہا کدھر آئی
مجھے تو ہے نہ توانائی اور نہ بینائی
پکاری وہ کہ نہ ابتک امید بر آئی
بھتیجی آپکو تکلیف دینے ہے آئی

چچا بتاؤ تو کسطرح دل کو چین آئے
میری طرف سے رقم اک عرض داشت کرو
نہ بھائی آیا نہ خط آیا نہ حسینؑ آئے
مگر کوئی نہ دقیقہ فرو گزاشت کرو

اٹھا کے کاغذ و خاماں کیا چچا نے مقال
غریب پرورِ عالم نواز خلق و پناہ
میں لکھتا جاؤں تو بتلاتی جا حقیقت حال
ملک سپاہِ فلک بارگاہِ شہنشاہ
وہ رو کے بولی بہت خوب اے علیؑ کے لال
امام بیکس و مظلوم و بے دیار پناہ
یہی میں چاہتی تھی تم جیو صدو سی سال
انیسِ کعبہ ء دیں یوسفِ رسول اللہ

میری طرف سے وہ القاب لکھو بابا کو
اجل رسیدوں کے عیسیٰ غریبوں کے والی
کنیزیں لکھتی ہیں جسطرح اپنے آقا کو
حسین ابنِ علیؑ مدظلہُ العالی

بنی ہے جان پہ صغراؑ کے اب دوا کیسی   رجب کی تیسری کو تم نے گھر کیا ویراں
گلے میں پانی اٹکنے لگا غذا کیسی   تمہارے بعد ہوئیں تین عیدیں بابا جاں
مسیحا دور قضا پاس پھر شفا کیسی   شبِ براءت ہوئی دوسرے مہینے عیاں
فلک نے ڈالی میرے سر پہ یہ بلا کیسی   بروحِ حمزہؑ نہ تھی فاتحہ کی تاب و تواں

نہ صبر و ہوش نہ تابِ فراق باقی ہے   تمام دن جو تڑپتے تڑپتے رات ہوئی
فقط جناب کا اک اشتیاق باقی ہے   ہمارے گھر میں نہ عیدِ شبِ برات ہوئی

یہ عید یوں گئی دن عیدِ فطر کا آیا   وہ خوش ہو عید کو کیا جو فلک کا مارا ہو
گھر آن کر مجھے ہمجولیوں نے رلوایا   قسم لو بابا جو کرتا پھٹا اتارا ہو
کسی نے گہنا کسی نے لباس دکھلایا   یہاں ورود وطن میں اگر تمہارا ہو
کوئی یہ بولی کی عیدی میں ہم نے یہ پایا   دوبارہ عید ہو نوروز بھی دوبارہ ہو

ہر اک خوش تھا مگر لب پہ میرے نالے تھے   ہماری عید تو کنبے کی دید ہے بابا
سفر میں سب میری عیدی کے دینے والے تھے   جب آپ آئیں اسی روز عید ہے بابا

اکبرؑ نے کچھ بہار نہ دیکھی شباب کی
تکلیف تین روز سہی قحطِ آب کی
شدت وہ پیاس کی وہ تپش آفتاب کی
اور بیکسی وہ سبطِ رسالتمآب کی
سینہ چھدے پسر کا تو کیا دل کو کل پڑے
ایوبؑ دیکھ لے تو کلیجہ نکل پڑے

یہ ذکر تھا کہ آ گیا رَمیں وہ خستہ جاں
اکبرؑ کو بولے دیکھ کے اُس فوج کے جواں
کس خانماں کا آہ مٹاتا ہے یہ نشاں
کس باغ کی بہار کو کرتا ہے یہ خزاں
کس ماں کو اپنے سوگ میں اِس نے بٹھایا ہے
کس باپ کے جگر پہ چھری کو پھرایا ہے

ناگاہ فوجِ کیں سے عمر نے کیا کلام
یہ وقتِ کارزار ہے اے ساکنانِ شام
بس ہے یہی بساطِ شہنشاہِ خاص وعام
مارا گیا یہ شیر تو مرجائینگے امامؑ
لُوٹو جنابِ فاطمہؑ زہراؑ کے باغ کو
ٹھنڈا کرو حسینؑ کے گھر کے چراغ کو

ہاں غازیو نہ اسکی جوانی کا غم کرو
نیزے پہ نیزے مارو ستم پر ستم کرو
برچھی اٹھاؤ ہاتھ میں تیغیں علم کرو
نخلِ مرادِ سبطِ نبیؐ کو قلم کرو
بیٹا نہ جب رہا تو کدھر جائینگے حسینؑ
گھوڑے سے یہ گرے گا تو مرجائینگے حسینؑ

سنتے ہی حکم دوڑ پڑی فوج بے ستم
دوڑے صدا یہ سنتے ہی بس شاہِ بحروبرؑ

تلوار اک لگی کہ ہوئیں پسلیاں قلم
سر پیٹنے کی جا ہے کہ ہنستے تھے اہلِ شر

یوں جھک گئے کہ ہوتے ہیں سجدے میں جیسے ہم
کہتا تھا شمر اے پسرِ سیدالبشرؐ

رکھدی گلے پہ شیث نے شمشیر ایکدم
کس کو حضور ڈھونڈتے ہیں مرگیا پسر

غل تھا کرو نہ رحم تنِ پاش پاش پر
برچھی ہماری سینۂ اکبرؑ پہ چل گئی

دوڑادو گھوڑے اکبرِ مہرو کی لاش پر
دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

پھر گرتے پڑتے لاشۂ عباسؑ پر گئے
ناگاہ آئی حضرتِ زہراؑ کی یہ صدا

اور بولے کچھ سنا علیؑ اکبرؑ تو مرگئے
ہے ہے حسینؑ تیرے تڑپنے کے میں فدا

ہم ڈھونڈنے کو چارطرف ننگے سر گئے
دم توڑتا ہے گود میں میری یہ مہ لقا

معلوم ہے تمھیں علی اکبرؑ کدھر گئے
مرتا ہے کوئی آن میں اے میرے دلربا

لایا ہوں التجا یہ برادر کی لاش پر
دیکھے یہ تم کو تم اسے ایکبار دیکھ لو

عباسؑ لے چلو ہمیں اکبرؑ کی لاش پر
آؤ پسر کا آخری دیدار دیکھ لو

جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا
روشن قمر سپہرِ بریں سے جدا ہوا
نورِ نظر امامِ مبیں سے جدا ہوا
لختِ جگر حُسینِ حسیں سے جدا ہوا

برچھی سے ٹکڑے ہوگیا لختِ جگر کا دل
خود باپ نے چھدا ہوا دیکھا پدر کا دل
ہوتا ہے آب گینے سے نازک بشر کا دل
پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے پدر کا دل

دل داغ ہوگیا دل و جانِ بتول کا
گھر بے چراغ ہوگیا سبطِ رسول کا

ایوب بھی اگر ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے
آنسو تھمیں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

پیری میں آفتِ غمِ اولاد الاماں
دل اور زخمِ خنجرِ فولاد الاماں
وہ اضطرابِ خاطرِ ناشاد الاماں
وہ اشکِ سوز اور وہ فریاد الاماں

بچھڑا وہ لال جس کا گوارہ نہ تھا فراق
فرماتے تھے کہ لوٹ لیا تو نے اے عراق
اے موت جلد آ کہ اب زندگی ہے شاق
خنجر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق

بیٹا نہ ہو تو زیست کا پھر کیا مزا رہا
جب گھر اجڑ گیا تو زمانے میں کیا رہا

برباد اس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب اپنا پسر نہ ہو

سب چاہیں جسکی زیست وہ شیرِ ثریاں مرے
افسوس نیم جاں جئے جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آ کر کہاں مرے
قدرت خدا کی پیر جئے نوجواں مرے
اس عمر میں جہاں سے گزرنیکے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے
لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں شہِ تشنہ کام کے
سر دوش پر تھا زینبِ عالیمقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبر گزر گئے
ہم ایسے سخت جاں تھے کہ ابتک نہ مر گئے

پرسا تمہیں شہید کا دینے کو آئے ہیں
کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
پیٹے ہیں خاک اڑائی ہے آنسو بہائے ہیں
یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں
سر تھا حسینِ بیکس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں

سر بارِ دوش ہے ہمیں رخصت کرو بہن
لو اب قریبِ خیمۂ عصمت ہیں تیغ زن
مردے پڑے ہوئے ہیں شہیدوں کے بے کفن
پامال ہو نہ لاشۂ فرزندِ صف شکن
محجوب ہم ہیں قاسمِ بے پر کی روح سے
شرمندگی نہ ہو ہمیں علی اکبرؑ کی روح سے

یہ سن کے بیبیوں کے جگر پر چھری چلی   یا مصطفیٰؐ بلا میں پھنسا ہے تمہارا لال
زینبؑ زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علیؑ   یا شیرِ ذوالجلال دکھاؤ انہیں جلال
سرِّ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی   یا فاطمہؑ میں لٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال
جاتا ہے سرکشوں میں یہ کونین کا ولی   یارب الٹ دے آج یہ سب عرصہء قتال

بیکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا   پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جدا رہوں
بابا یہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا   بھائی کو اپنے لیکے میں جنگل میں جارہوں

نوک سناں جو سینے میں پیوست ہوگئی

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیے تمہیں   یعنی جواں کے سینے سے نکلا دلِ نبیؐ
خالق کی یاد سروعلن چاہیے تمہیں   جھک کے فرسِ زیں سے صدا شاہِ دیں کو دی
لب پر رضا کا سخن چاہیے تمہیں   بابا قریب ہے کہ بجھے شمعِ زندگی
جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہیے تمہیں

اب آخری بہن یہ سواری ہماری ہے   قربان کر رہا ہوں جوانی کے باغ کو
بعد اُن بزرگواروں کے باری ہماری ہے   طوفاں میں دیکھ لیجیے اپنے چراغ کو

اے رونے والو مقتلِ شبیرؑ دیکھ لو
درد و غم و ملال کی تصویر دیکھ لو
شہہؑ کھودتے ہیں تربتِ بے شیر دیکھ لو
صبر و رضائے سرورِؑ دلگیر دیکھ لو
راہِ رضا میں دل پہ یونہی جبر کرتے ہیں
خود صبر کہہ رہا ہے یونہی صبر کرتے ہیں

میت لئے ہیں ہاتھوں پہ شاہِ فلک اساس
جز رنج و غم کوئی نہیں حضرت کے آس پاس
بیتاب وقتِ دفن ہیں شبیرؑ حق شناس
مقتل کی سمت دیکھ کے بولے با درد و یاس
عباسؑ اب سنبھالو دلِ پاش پاش کو
آؤ اتارو قبر میں اصغرؑ کی لاش کو

عباسؑ آخری یہ مصیبت بھی دیکھ لو
کھودی ہے قبر بیٹے کی ہمت بھی دیکھ لو
اٹھ کر ذرا بھتیجے کی صورت بھی دیکھ لو
اصغرؑ کا میرے آخری خلعت بھی دیکھ لو
بھیا نہیں ہے تاب دلِ درد ناک میں
کیونکر چھپائیں چاند کو ہم اپنے خاک میں

بیٹا تم ہو اکیلے اور یہ سنسان ہے مکاں
بہنیں نہ آس پاس ہیں نزدیک ہیں نہ ماں
تم تو علیؑ کے پوتے ہو ڈرنا نہ میری جاں
اللہ تمہارا حافظ و ناصر نگہباں
رہنا پسند آیا نہ دنیائے زیست میں
محسنؑ کے ساتھ شوق سے کھیلو بہشت میں

دادا جب آئیں قبر میں بیٹا بصد محن
اور دیکھیں خوں بھرا ہوا کرتا شہِ زمن
پوچھیں کہ آہ بیٹے ملا تجھ کو یہ کفن
کرنا یہ ہاتھ جوڑ کے اُن سے یہ تم سخن

احساں کسی کا میرے لئے وہ نہ لے سکا
محتاج باپ تھا نہ کفن مجھ کو دے سکا

یہ کہہ کے مٹی دینے لگے جب حضور آہ
تڑپا وہ دل کہ اور بھی حالت ہوئی تباہ
دیکھا نہ ہوگا صابر و شاکر خدا گواہ
اک دل پہ اتنے داغ کہ اللہ کی پناہ

تڑپا جو دل تو قلب پہ صدمے بڑے ہوئے
الحمد پڑھ کے قبر سے بس اٹھ کھڑے ہوئے

بہارِ گلشنِ شیرِ الٰہ جاتی ہے
قضا چراغِ مزارِ نبیؐ بجھاتی ہے
یہ غل ہے دیکھئے تقدیر کیا دکھاتی ہے
کھلا ہے فاطمہؑ کا سر قیامت آتی ہے

کوئی نہیں ہے غریبی میں پاس آئے حسینؑ
صدا ہے خیمے کے پیچھے کہ ہائے ہائے حسینؑ

رُلا رہی ہے دلوں کو لُٹی ہوئی سرکار
نہ پیدلوں کے پرے ہیں نہ مرکبوں کی قطار
نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمت گار
اجڑ گیا وہ گلستاں خزاں ہوئی وہ بہار

مقام ہُو کا ہے جس جا نگاہ پڑتی ہے
حضور کے درِ دولت پہ خاک اڑتی ہے

حسینؑ جب علی اصغرؑ کو دفن کر کے پھرے
اٹھا کے رنج و الم پارۂ جگر سے پھرے
مزار سے بصد اندوہ غم پسر سے پھرے
سُوئے خیامِ حرم سرد آہ بھر کے پھرے

پکاری ڈیوڑھی سے بانوؑ میرا جگر ہے کہاں
خدا کے واسطے کہیے وہ سیم بر ہے کہاں
جہاں ہے آنکھوں میں تیرہ میرا قمر ہے کہاں
حضور جلد بتا دیجئے اصغرؑ ہے کہاں

بکا کرو یہ دلِ بیقرار کہتا تھا
جگر میں درد تھا بازو سے خوں بہتا تھا

عجیب حال سے کیوں منہ کو موڑ آئے ہو
ستم گروں میں کہاں اسکو چھوڑ آئے ہو

کہا حسینؑ نے وہ بھی ہوئے شہید جفا
ملا نہ پانی کا قطرہ گلے پہ تیر لگا
یہ خوں اُنہیں کا میری آستیں میں سب ہے بھرا
اگل اگل کے لہو مرگیا وہ ماہ لقا

کوئی نہ پائے جو دکھ ہم نے پائے ہیں بانوؑ
اُنہیں سپردِ لحد کر کے آئے ہیں بانوؑ

جب ناصرانِ قبلہء عالم بچھڑ گئے
غربت میں دیکھے شہ کو عجب غم بچھڑ گئے
کیا جرّاتیں دکھا کے وہ ضیغم بچھڑ گئے
فوجوں کو کرکے درہم و برہم بچھڑ گئے

مسلمؑ کے لاڈلوں کی ہوئی یک بیک وفات
لوٹی اجل نے حضرتِ زینبؑ کی کائنات
نوشاہ نے بھی نقدِ شہادت کی لی برات
لب تشنہ قتل ہوگئے بھائی لبِ فرات

آیا کسی جگہ نہ خلل اعتقاد میں
پیچھے رہے نماز میں آگے جہاد میں

صدمے سے جاں بلب پسرِ فاطمہؑ ہوا
اکبرؑ کے بعد کوئی نہ تھا خاتمہ ہوا

داغِ پسر بھی سہ چکے جسدم امامِ پاک
مقتل سے آئے خیمے میں محزون و دردناک
بسمل تھیں غم سے حضرتِ زینبؑ بروئے خاک
شہ نے کہا بہن نہ کرو آپ کو ہلاک

پہنچے جو گاہوارہء بے شیر کے قریں
دیکھا کہ غش ہے فرطِ عطش سے وہ مہ جبیں
آنکھیں ہیں بند خشک ہیں لب ہائے نازنیں
منہ اپنا منہ پہ ملنے لگے جھک کے شاہِ دیں

درپیش غم ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کا
نیزے پہ دیکھنا ہے ابھی سر حسینؑ کا

ٹپکے جو اشک سرورِ گردوں سریر کے
پانی سمجھ کے کھُل گئے لب اس صغیر کے

اصغرؑ کو لیکے رن کو چلے شاہِ نامدار
انجام کے خیال سے تھا قلب بیقرار
دھوپ آئی گلبدن پہ تو جلدی بحالِ زار
دامن عبا کا ڈھانپ لیا اُس پہ ایکبار
پہنچے جو نہر دیکھ کے صدمے بڑے ہوئے
اعدا کے آگے سر کو جھکا کر کھڑے ہوئے

بڑھ کر یہ پوچھنے لگے دو چار اہلِ کیں
بچہ یہ مرگیا ہے کوئی یا امامِ دیں
فرمایا زندہ ہے ابھی میرا یہ نازنیں
دو دن کی پیاس سے ہے مگر مرگ کے قریں
مشکل ہے زندگی میرے ماہِ منیر کی
پانی پلا کے جان بچالو صغیر کی

دی ابنِ سعد کو یہ خبردار نے خبر
آیا حضورِ قبلۂ عالم وہ خیرہ سر
بولا عبا ہٹائیے یا شاہِ بحروبر
کیا بے زباں کا حال ہے دیکھوں تو اک نظر
دامن ہٹادیا تو بہت غیر حال تھا
گردن ڈھلی تھی ضعف سے بچہ نڈھال تھا

یہ کہکے صف سے پیچھے ہٹا دشمنِ امام
بلوا کے حرملہ کو لعیں نے کیا کلام
ہاتھوں پہ لائے ہیں جو حسینؑ اپنا لالہ فام
ناوک لگا کے کام کر اس طفل کا تمام
جا جلد شہ کا دُرِ یگانہ ہے سامنے
ہرگز نہ چوکنا کہ نشانہ ہے سامنے

بے رحم سے یہ حکم جو پایا شریر نے
ایماں کے گھر کو ہاتھ سے ڈھایا شریر نے
مرتے ہوئے پہ رحم نہ کھایا شریر نے
دو ٹانک کی کماں کو چڑھایا شریر نے
وہ فکر کی کہ حشر مچے آلِ پاک میں
صف کے عقب کھڑا ہوا بچے کی تاک میں

سنتا تھا کب کسی کی ستم پیشہ وہ شریر
اُس رخ کماں بڑھا کے رہا آپ گوشہ گیر
کانپی زمیں لرز گیا صدمے سے چرخِ پیر
اصغرؑ کا حلق تاک کے مارا شقی نے تیر
پیکانِ ظلم پار جو گردن سے ہوگیا
فرزندِ بوتراب کا دل سن سے ہوگیا

بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلعذار
سر تا قدم لرزنے لگے شاہِ نامدار
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکرِ کردگار
کھینچا جو تیرِ ظلم تو چھوٹی لہو کی دھار
ابلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سامنے
اس زخم سے ملادیا چلو امام نے

لبریز خوں سے ہوگیا جس وقت دستِ پاک
چاہا کہ پھینک دیں اسے مولا بروئے خاک
کی عرض یہ زمیں نے با آوازِ دردناک
کیا دور غم سے گر میرا سینہ ہو چاک چاک
ہر بوند اسکی میرے کلیجے کو تیر ہے
مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

شہؑ نے اٹھایا ہاتھ سوئے چرخِ ناگہاں
اُسدم دلِ حزیں کو جو صدمہ ہوا کمال

تھرا کے آسماں نے صدا دی کہ الاماں
مجبور ہو کے رونے لگے شاہِ خشخصال

رکھئے معاف بہرِ خداوندِ انس و جاں
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بصد ملال

آئے اگر یہ خون ادھر اے سرورِ زماں
بتلاؤ کیا کرے یہ لہو فاطمہؑ کا لال

ہر ذی حیات پانی کو ترسے زمین پر
انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں

تا حشر پھر سحاب نہ برسے زمین پر
اصغرؑ تمھارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

پہنچا جو رن میں شبرِ ذیجاہ کا پسر
آنسو خوشی کے آنکھوں سے سب کی ہوئے رواں
حجت تمام کرکے وغا کی با کرّوفر
زینبؑ پکاری فتح مبارک ہو بھابی جاں
ارزق کو دی وہ زک کہ جھکے شامیوں کے سر
جیتا تمہارے لعل نے رن وقتِ امتحاں
ماں سنکے بولی شکرِ خداوندِ بحروبر
مشہور تھا سپاہ گری میں یہ پہلواں

کنبے میں بات رہ گئی وہ کام ہوگیا
مارا بڑے عدوئے شہِؑ کربلائی کو
بن باپ کے پسر کا بڑا نام ہوگیا
بھیا حسنؑ بھی دیکھتے کاش اس لڑائی کو

باتیں یہ ہورہی تھیں حرم میں کہ ایک بار
نرغہ وہ شامیوں کا وہ اک غیرتِ قمر
قاسمؑ پہ مل کے ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
بھالے وہ آس پاس وہ تیغیں قریبِ سر
سمٹے اِدھر اُدھر سے ہزاروں زبوں شعار
نیزے چبھوئے دل میں لعینوں نے اسقدر
چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار
شبرؑ کے نونہال کا ٹکڑے ہوا جگر

حربے لئے تھے قرب میں جو بدشعور تھے
تیروں سے سب چھنا ہوا تن گلبدن کا تھا
پتھر وہ مارتے تھے جو مجمع سے دور تھے
قاسمؑ کا جسم تھا کہ جنازہ حسنؑ کا تھا

زہرا کی تھی فغاں کہ نہ بچے کو یوں ستاؤ
معصوم کا جگر ہے نہ تیغیں اسے لگاؤ
میرے حسن کی ہے یہ کمائی کوئی بچاؤ
بیٹی ہوں میں تمہارے پیمبر کی رحم کھاؤ

زہرا تو کر رہی تھیں یہ نوحہ بحالِ زار
ناگاہ ظلم کی ہوئی برچھی جگر کے پار
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا طفلِ گلعذار
عباس کو تڑپ کے پکارا جگر فگار

دیدو مجھے یہ لعل کہ غم کی ستائی ہوں
میں اسکو لینے کیلئے جنت سے آئی ہوں

وقت آگیا کہ اوجِ شہادت حصول ہو
اب آخری سلام ہمارا قبول ہو

رن میں یتیم گوہرِ عرشِ علا گرا
جلتی زمین پر پسرِ مجتبیٰ گرا
زخموں سے چور خاک پہ وہ مہ لقا گرا
غل پڑگیا نبیرہء خیر النساء گرا

گرتے ہی خاک پر جو ہوا غش وہ مہ لقا
فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غل ہوا
ماں نے صدا سنی تو یہ دل تھام کر کہا
میری کمائی نیک لگی شکرِ کبریا

پوتا ہے جاں بلب اسدِ کردگار کا
بجھتا ہے اب چراغ حسن کے مزار کا

بچے پہ میرے مہر ہوئی ذوالجلال کی
لو بیبیو برات چڑھی میرے لعل کی

سن کر یہ بین رونے لگے شاہِ بحروبر
پہنچے جو لاشے ابنِ حسنؑ پر بحالِ زار
رن کو چلے پٹک کے عمامہ بچشمِ تر
دیکھا کہ سر کو کاٹنے والے ہیں بد شعار
ہمراہ تھا پسر بھی برادر بھی نوحہ گر
غصے سے کانپنے لگے عباسِؑ نامدار
نالے یہ تھے کہ ہائے میرے غیرتِ قمر
للکار کے بڑھے صفتِ شیرِ کردگار
عمو نثار جانِ برادر کدھر گئے
بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
تم بھی حسنؑ کا داغ ہرا آج کر گئے
ہلچل میں اُس یتیم کا لاشہ کچل گیا

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِ ہدا
اپنی عبا یہ کہکے بچھائی زمین پر
دیکھے تمام عضوِ بریدہ جدا جدا
سب چن لئے پڑے تھے جو اعضا اِدھر اُدھر
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وا محمداؐ
کاندھے پہ لاش لے چلے عباسِؑ نامور
امت کا یہ سلوک تو دیکھو پئے خدا
روتے ہوئے حسینؑ بھی پہنچے قریبِ در
ابنِ حسنؑ کی جان پہ صدمے گزر گئے
آواز دی کہ بیاہ کہ حسرت نکال لو
لو نانا جان قاسمِؑ ناشاد مرگئے
لو بھابی جان اپنی امانت سنبھالو

گھوڑے سے جبکہ قاسمؑ گلگوں قبا گرا
غل پڑ گیا نبیرہء مشکل کشا گرا
صفدر جری بہادرو شیرِ وغا گرا
خوں میں نہا کے لختِ دلِ مجتبیٰ گرا
گرتے ہی فوجِ ظلم کا مجمع بہم ہوا
زخمی پہ آہ نرغہء فوجِ ستم ہوا

مارا کسی نے پشت پہ نیزے کو تان کے
کھٹکی سنانِ ظلم کلیجے میں آن کے
کوئی تبر لگا گیا مظلوم جان کے
تیغہ کسی کا چل گیا سر پہ جوان کے
پہلو بھی دونوں ہاتھ بھی یکسر فگار تھے
دولھا کا ایک جسم تھا حربے ہزار تھے

حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آیئے
خادم ہوا حضور پہ قربان آیئے
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان آیئے
سر کاٹنے کا ہوتا ہے سامان آیئے
جلاد پہنچے تیغِ دو پیکر لئے ہوئے
قاتل کھڑے ہیں ہاتھوں میں خنجر لئے ہوئے

دم توڑنے لگا جو یہ کہہ کر وہ دلفگار
طبل ظفر بجا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے ادِہر سے تیغ بکف شاہِ نامدار
گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو واں سوار
سب ٹکڑے ٹکڑے سینہء پر نور ہوگیا
ٹاپوں سے مرکبوں کے بدن چور ہوگیا

مقتل سے لاش آنے کی صورت کہوں میں کیا — نزدیک رہ گیا جو درِ خیمہء حرم
چادر لپیٹ دی تھی کہ اعضاء تھے سب جدا — اکبرؑ وہاں سے بڑھ گئے آگے بچشم نم
قطرے لہو کے خاک پہ گرتے تھے جا بجا — ڈیوڑھی پہ راہ تکتی تھی زینبؑ اسیر غم
گردن ڈھلی ہوئی تھی لٹکتے تھے دست و پا — پوچھا کہ روتے آئے ہو کیوں کیا ہوا ستم

عباسؑ روتے آتے تھے اور سر پہ ہاتھ تھا — کی عرض سوئے خلد حسنؑ کا پسر گیا
زخمی فرس بھی دولھا کے لاشے کے ساتھ تھا — شب کو جسے بنایا تھا دولھا وہ مر گیا

جب لاشہء قاسمؑ کو علمدار نے دیکھا

قبضے کیطرف غیض سے جرار نے دیکھا
منہ بھائی کا روکر شہِ ابرار نے دیکھا
کی عرض بڑا داغ نمک خوار نے دیکھا

عباسؑ گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر
رونے لگے شہؑ بھائی کو چھاتی سے لگا کر
بانوؑ نے کہا غش سے سکینہؑ کو جگا کر
صدقے گئی دیکھ آؤ چچا جان کو جا کر

تیغوں سے عجب سرورواں کٹ گیا آقا
واللہ کہ دل زیست سے اب ہٹ گیا آقا

اسطرح جو شاہِ شہدا روتے ہیں بی بی
سرورؑ سے علمدارؑ جدا ہوتے ہیں بی بی

یہ سنتے ہی گھبرا کے چلی جلد وہ بے آس
اُودے ہوئے جاتے تھے لبِ لال یہ تھی پیاس
زینبؑ نے کہا آتی ہے لو عاشقِ عباسؑ
عباسؑ نے گودی میں لیا بڑھ کے بصد یاس

عباسؑ نے روکر کہا کیا چاہئے جانی
شرما کے سکینہؑ نے یہ کی عرض کہ پانی
عباسؑ نے فرمایا بصد اشک فشانی
اللہ بجھائیگا تیری تشنہ دہانی

بہتے تھے جو آنسو خلفِ شیرِ خدا کے
سوکھے ہوئے لب ملنے لگی منہ سے چچا کے

لو گود سے اترو تو ہم اب جائیں سکینہؑ
لے آؤ کوئی مشک تو بھر لائیں سکینہؑ

یہ سنتے ہی اُس پیاسی میں اک جان سی آئی　　عباسؑ نے کی عرض کہ دریا نہیں کچھ دور
فضہ گئی اور دوڑ کے مشکیزے کو لائی　　مشکیزہ بھرا اور پھرے خرم و مسرور
رو رو کے وہ کہنے لگی شبیرؑ کی جائی　　اور آگے میری جان جو اللہ کو منظور
میں رن میں چلی آؤنگی گر دیر لگائی　　مانع ہوئی آنے میں اگر موت تو مجبور

جلد آؤنگا دریا سے یہ فرما کے سدھارو　　تقدیر سے کیا زور ہے سقائے حرم کا
جاتے ہو تو آنے کی قسم کھا کے سدھارو　　وعدہ کریں کیونکر کہ بھروسہ نہیں دم کا

لڑتا ہوا پہنچا لبِ دریا جو وہ جرار　　لکھا ہے کہ اک تھا بنِ ورقہ ستم آرا
تھا دوشِ مبارک پہ علم ہاتھ میں تلوار　　تیغ اسکی لگی دوشِ مبارک پہ قضارا
کہنی سے ٹپکتا تھا لہو خاک پہ ہر بار　　بے دست ہوا حیدرِ کرار کا جایا
چھیڑا جو ذرا اڑ کے گیا نہر پہ رہوار　　احمد کا نشاں خون میں تر ہوگیا سارا

تلوار سے تیروں کو قلم کرتے تھے عباسؑ　　دیکھو تو ذرا جراتِ سقائے حرم کو
پڑھ پڑھ کے دعا مشک پہ دم کرتے تھے عباسؑ　　تا دیر کٹے ہاتھ سے چھوڑا نہ علم کو

یاں تھا ابھی یہ ذکر کہ برپا ہوا محشر　　فضہ کی یہ آواز جو عباسؑ تک آئی
رونے میں لگے دیکھنے شہؑ خیمے کو مڑ کر　　تھرانے لگا نزع میں وہ شہؑ کا فدائی
دیکھا کہ حرم گھر سے نکل آئے ہیں باہر　　شہؑ سے کہا یاں آتی ہے کیا آپ کی جائی
چلاتی ہے فضہ علی اکبرؑ علی اکبرؑ　　دامن سے میرے منہ کہ چھپا لیجئے بھائی

اب دخترِ سلطانِ مدینہ نہیں تھمتی　　یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے عباسؑ
عباسؑ سے کہدو کہ سکینہؑ نہیں تھمتی　　منہ پھیر لیا شرم سے اور مر گئے عباسؑ

جب گھوڑے کو دریا میں علمدارؑ نے ڈالا
لہرانے سے موجوں کے ہوا دل تہہ و بالا
یاد آ گئی بس تشنگیء سیدِ والا
رقت بہت آئی تھی مگر دل کو سنبھالا

دریا تو ادھر اور اُدھر لشکرِ قہار
مشکیزہ لیئے بیچ میں تنہا وہ علمدارؑ
تلواروں کی تھیں بجلیاں اور تیروں کی بوچھار
جا سکتے تھے آفت میں نہ اِس پار سے اُس پار

صدمے سے بھر آیا دلِ سقائے سکینہؑ
اشک آنکھوں سے ٹپکا کے کہا ہائے سکینہؑ

طوفاں تھا تلاطم تھا مصیبت کی گھڑی تھی
کیا پیاسوں کی کشتی بھی تباہی میں پڑی تھی

ہوتا تھا اِدھر خاتمہء جنگِ علمدارؑ
بسمل سے تڑپتے تھے اُدھر سیدِ ابرار
رو کر کبھی تکتے تھے سوئے فوجِ ستمگار
گر کر کبھی چلاتے تھے ہے ہے میرے غمخوار

کہتی تھی کہو صدقے گئی کچھ خبر آئی
شہؑ کہتے تھے ہمشیر جدا ہوتا ہے بھائی
دریا سے وہ نکلا تھا مگر راہ نہ پائی
مشکیزے کے لے آنے پہ ہوتی ہے لڑائی

بھائی کی صدا سُن کے تڑپ جاتی تھی زینبؑ
جب روتے تھے حضرت تو نکل آتی تھی زینبؑ

خونخواروں میں وہ صاحبِ شمشیر گھرا ہے
دریا کی ترائی میں میرا شیر گھرا ہے

کہتی تھی یہ گھبرائی ہوئی زوجۂ عباسؑ — ماتم تھا اِدھر گھر میں اُدھر روتے تھے شبیرؑ
کیوں بیبیو بچے میرے کیا ہوگئے بے آس — واں چلتے تھے عباسِؑ علیؑ پر تبر و تیر
کیا کہتے ہیں شاہِ شہداؑ کس سے ہوئی یاس — دریا سے بڑھے آتے تھے تولے ہوئے شمشیر
اے وائے مقدر نہ سکینہؑ کی بجھی پیاس — ہر سمت سے اُمڈا ہوا تھا لشکرِ بے پیر

کیسی خبر آئی ہے کہ جی کھوتے ہو لوگو — ساحل پہ قیامت کی صف آرائی ہوئی تھی
تم سب میرا منہ دیکھ کے کیوں روتے ہو لوگو — لشکر تھا کہ دریا پہ گھٹا چھائی ہوئی تھی

کس کس سے لڑے تشنہ دہانی میں وہ بے آس — فریاد کہ تھے لاکھ لعیں روکے ہوئے راہ
ہمدرد نہ کوئی نہ مددگار کوئی پاس — شمشیر بکف بیچ میں اِبنِ اسداللہ
وہ فوج کا نرغہ وہ ہجومِ الم و یاس — پیچھے سے پڑی تیغِ ستم دوش پہ ناگاہ
ان سب سے سوا مشک کے چھد جانے کا وسواس — شاخِ شجرِ باغِ علیؑ قطع ہوئی آہ

بڑھتے کماندار تو رُک جاتے تھے عباسؑ — اک ہاتھ تو ہمراہ گرا تیغِ دودم کے
تیر آتا تھا جب مشک پہ جھک جاتے تھے عباسؑ — اک ہاتھ تھا باقی وہ چلا ساتھ علم کے

گرنے لگا جسدم علم سیدِ والا
عباسؑ نے جھک کر اسے گردن سے سنبھالا
اک تیر لگا چشم پہ اور سینے پہ بھالا
بند آنکھیں ہوئیں منہ سے لہو شیر نے ڈالا
خم تھے کہ پڑا فرق پہ گرز ایک شقی کا
شق ہوگیا سر حضرتِ عباسِ علی کا

کچھ گرزِ گراں بار کا صدمہ نہیں تھوڑا
سر پھٹ گیا پر مشک کو دانتوں سے نہ چھوڑا
نیچے جو گرے آپ کھڑا ہوگیا گھوڑا
پھر تیر نے مشکیزے کو اور سینے کو توڑا
پانی جو گرا عید ہوئی فوجِ عدو میں
مچھلی سے تڑپنے لگے عباسؑ لہو میں

ناگاہ یہ آوازِ علی دشت سے آئی
شبیرؑ خبر لے کہ تصدق ہوا بھائی
چلائی یہ زینبؑ کہ دھائی ہے دھائی
حضرت نے کہا لٹ گئی بابا کی کمائی
تشریف شہِ ہردوسرا لائے ہیں زینبؑ
عباسؑ کے لاشے پہ علیؑ آئے ہیں زینبؑ

جب ہاتھ قلم ہو گئے سقائے حرم کے
اور عرشِ بریں ہل گیا گرنے سے علم کے
مشکیزے میں پیوست ہوئے تیر ستم کے
مِندیل گری سر سے شہنشاہِ امم کے

اتنے میں ترائی سے اٹھا شور قضارا
تب ایک بلندی سے کیا شہ نے نظارا
ہاتھوں سے کمر تھام کے زینبؑ کو پکارا
لو بہنا ترائی میں گھرا شیر ہمارا

غل پڑ گیا سقائے سکینہؑ ہوا زخمی
نیزے سے جگر تیر سے سینہ ہوا زخمی

بے اُنکے تو اب زیست گوارا نہیں زینبؑ
سب مر گئے اب کوئی ہمارا نہیں زینبؑ

پھر دیکھ کہ دریا کو یہ آواز سنائی
آواز نہیں دیتے ہو کیا مر گئے بھائی
آواز کے ساتھ انکی بھی آواز یہ آئی
آقا میرے جلد آؤ بہت دیر لگائی

دوڑے طرفِ نہر یہ کہتے شہہِ تنہا
ہے ہے میرے مونس میرے عاشق میرے شیدا
لاشے پہ جو پہنچے تو گرے سیدِ والا
روکر کہا اے نام و نشانِ اسداللہ

مشکل سے بلند اتنی بھی آواز ہوئی ہے
اب موت کی ہچکی ہمیں آغاز ہوئی ہے

ہم آئے ہیں اور آنکھوں کو کھولا نہیں جاتا
کیا درد ہے سینے میں جو بولا نہیں جاتا

بھائی کہا فرزند کہا اور مددگار / شہؑ بولے کہ کچھ حد بھی غلامی کی ہے بھائی
اِس پر بھی کسی نام پہ بولے نہ علمدارؑ / بچپن سے تو اب تک میرے نعلین اٹھائی
دیکھا شہِؑ والا نے کہ لب ہلتے ہیں ہر بار / کچھ آرزوئے دل کہو اے حق کے فدائی
جھک کر جو سنا آہ تو کرتے ہیں یہ گفتار / وہ بولے کہ قسمت میں نہ تھی آج رسائی

نعلین اتارو تو قدم بوس میں ہولوں / شہزادیء سلطانِ مدینہ رہی پیاسی
اور کہہ کے غلام اپنا پکارو تو میں بولوں / سقہ میں بنا آہ سکینہؑ رہی پیاسی

ہے عرض یہ اور آخری ارمان بھی سن لو / لو عترتِ اطہار خدا حافظ و ناصر
جب حشر میں جبریلؑ کو یہ حکمِ خدا ہو / لو اکبرؑ دلدار خدا حافظ و ناصر
ہاں لاؤ غلامانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کو / لو عابدؑ بیمار خدا حافظ و ناصر
اُس غول کے آگے میں ہوں اے سیدِ خوشخو / لو اے شہِ ابرارؑ خدا حافظ و ناصر

دامانِ علم سب کو اُڑھاتا ہوا آؤں / شہزادیو بطحا و مدینہ کو نہ جانا
پانی تیرے شیعوں کو پلاتا ہوا آؤں / آقا میرے لاشے پہ سکینہؑ کو نہ لانا

اور ایک یہ حسرت میری عابدؑ کو سنانا
پیارے میرے جب گورِ غریباں تُو بنانا
تو لا کے سکینہؑ کو ترائی میں بٹھانا
صدقے کی طرح گرد میری لاش پھرانا
تلقین میں کہیو مجھے شیدائے سکینہؑ
اور قبر پہ لکھ دیجیو سقائے سکینہؑ

تب شہؑ نے اٹھایا وہ علم خاک سے رو کر
پھر خون سے بھائی کے پھریرے کو کیا تر
اور مشک چھدی باندھ دی پنجے کے برابر
اکبرؑ سے کہا چل کے پھپھی سے کہو دلبر
در پر رکھو سر کھولے ہوئے آلِ نبیؐ کا
دریا سے علم آتا ہے عباسِ علیؑ کا

جب آفتابِ روزِ شہادت عیاں ہوا
فارغ نمازِ صبح سے پیر و جواں ہوا
اک شورِ طبلِ جنگ اُدھر ناگہاں ہوا
ہر ناصرِ حسینؑ اِدھر شادماں ہوا
پیشِ نظر تحفظِ دینِ رسولؐ ہے
اس راہ میں ہر اک مصیبت قبول ہے

دشتِ بلا میں گرمیء روزِ حساب ہے
اور ریگِ گرم پر شہِ گردوں جناب ہے
اک قلبِ مطمئن پسرِ بوترابؑ ہے
اور کیوں نہ ہو یہ جانِ رسالتمآب ہے
نکلا ہے گھر سے دیں کو بچانے کے واسطے
سب کچھ راہِ خدا میں لٹانے کے واسطے

رخصت حرم کی ہے شہِ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے
دیکھا کیے سکینہؑ کو حسرت و یاس سے
بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

فرمایا شہ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے
آؤ گلے لگو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے
تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو اعانت خدا کرے
جسکا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

عمو تمہارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بلب
بی بی قدم پہ گر کے ہمیں کون روکے اب
تلواریں چل گئیں بنے قاسم پہ بے سبب
مرنا شباب میں علی اکبرؑ کا ہے غضب
تھی جن سے زندگی کی حلاوت وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے ایکدم میں لُٹ گئے

سن کر مصیبت پدرِ بیکس و حزیں
بولی بلائیں باپ کی لیکر وہ مہ جبیں
بابا سوائے آپکے میرا کوئی نہیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امامِ دیں
صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو
لِلہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہؑ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار
پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نہ سوار
اس دشتِ کیں میں قید ہے زہراؑ کا یادگار

جانا ہو دور شب کو جو آنا نہ ہو اِدھر
ضد کر کے رویٔو نہ ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر
سو رہیو ماں کی چھاتی پہ غربت میں رکھ کے سر

قاصد جو میرے نام کے خط لیکے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

راحت کے دن گزر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام
بتلایئے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امامؑ
کُھل جائیگا یہ دردوالم تم پہ تا بہ شام

مومنو مرنے کو میدان میں جاتے ہیں حسینؑ
بیبیاں روتی ہیں ہتھیار سجاتے ہیں حسینؑ
منہ سے منہ بالی سکینہؑ کے ملاتے ہیں حسینؑ
اشکِ خوں چشمِ مبارک سے بہاتے ہیں حسینؑ

بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مرجائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

چاند سے جسم پہ کپڑے ہیں کفن کی صورت
نگاہِ یاس سے تکتے ہیں بہن کی صورت

روکے فرماتے ہیں خواہر سے کہ بہنا آؤ　　اے میرے فاقہ کش و بیکس و نادار بہن
اس مسافر کے کلیجے سے ذرا لگ جاؤ　　اے میرے عاشق و صابر میری غمخوار بہن
تمہیں زہراؑ کی قسم ہے نہ پچھاڑے کھاؤ　　اے میری دامِ مصیبت میں گرفتار بہن
تھی میں بن بھائی کی اب دل کو یہی سمجھاؤ　　بھائی دنیا سے چلا گھر سے خبردار بہن

اپنے کنبے کی جدائی کسے خوش آتی ہے　　جب میرا سینہ ہو تیغوں کا نشانہ زینبؑ
کیا کروں مجھ کو اجل چھین لئے جاتی ہے　　بال کھولے ہوئے میداں میں نہ آنا زینبؑ

یہ وصیت تمہیں کرتا ہوں رہے اسکا خیال　　سر کٹانے کی میرے اُس کو خبر ہو نہ کہیں
لوٹ لیں گے میرے بعد آکے یہ گھر بدافعال　　ورنہ مرجائیگی رورو کے سکینہؑ غمگیں
منہ سے جز شکر نہ کچھ بولیو اے نیک خصال　　بن میری چھاتی کے اُسکو کبھی نیند آئی نہیں
چھین لیں گے جو ردا چہرے پہ بکھرائیو بال　　رن میں اب پاؤں دھرے گا میری چھاتی پہ لعیں

میری خاطر سے یہ سب رنج اٹھانا زینبؑ　　کون اِس بچی کا ہے ناز اٹھانے والا
پر سکینہؑ کو طمانچوں سے بچانا زینبؑ　　ذبح ہوجائیگا سینے پہ سلانے والا

رحم آتا ہے مجھے اسکی یتیمی کا بہن
آج بن باپ کی ہوجائیگی یہ تشنہ دھن
مجھکو معلوم ہے جو دُکھ اسے دینگے دشمن
ہے غضب باندھینگے ان چھوٹے سے ہاتھوں میں رسن

شہِ مظلوم نے کس درد سے کی یہ گفتار
واحسیناؑ کی ہوئی آلِ پیمبرؐ میں پکار
گر پڑی بھائی کے قدموں میں بہن با دلِ زار
کہتی تھی آپکی غربت پہ یہ بہنا ہو نثار

چھوڑو بابا مجھے کہہ کر جو یہ چلائیگی
قبر میں فاطمہؑ کی روح تڑپ جائیگی

ابھی رخصت کا سخن منہ پہ نہ لانا بھائی
دم میرا تن سے نکل جائے تو جانا بھائی

بھائی ممکن نہیں دوں آپکو مرنے کی رضا
مجھ کو پردیس میں برباد نہ کیجو بھیا
ہوں میں بن باپ کی بن ماں کی یہ ہے رحم کی جا
اب تو کوئی میرا وارث نہیں حضرت کے سوا

کسکو داغ اپنے کلیجے کے دکھاؤں ہے ہے
اپنی اماں کو کہاں ڈھونڈنے جاؤں ہے ہے

اے مومنو مولا کی سنو عزت و توقیر
اب حال شہادت کا مفصل ہے یہ تحریر
بچہ چھ مہینے کا ہوا جب ہدفِ تیر
گردوں سے ندا آئی کہ بیکس ہوئے شبیرؑ

دیکھو تو مجبو شہِ مظلوم کی تصویر
کس شان سے میدان میں استادہ ہیں شبیرؑ
تسبیح پہ تسبیح ہے تکبیر پہ تکبیر
اور ہوتے ہیں لاشے علی اکبرؑ سے بغلگیر

اعدا کے ستم عدل کی میزاں میں تلیں گے
جب حشر تلے فاطمہؑ کے بال کھلیں گے

کہتے ہیں کہ سہرا علی اکبرؑ کا نہ دیکھا
اور گھٹنیوں چلتے علی اصغرؑ کو نہ دیکھا

کس شانِ غریبی سے کھڑے ہیں شہِ والا
اور جانکے بیکس انہیں کہتے ہیں یہ اعدا
اب تو تمہیں کچھ حوصلہ لڑنے کا نہ ہوگا
عباسؑ کی جرت پہ تمہیں ناز تھا کیا کیا

کس مرتبہ تھے بھانجے اپنے تمہیں پیارے
دیکھو ہیں پڑے لاشوں میں وہ پیاس کے مارے
کہتے تھے کہ جیتا ہوں میں اکبرؑ کے سہارے
سو قتل کیا اسکو بھی لشکر نے ہمارے

اب آپکا وہ جعفرِ طیارؑ کہاں ہے
وہ فوج کہاں ہے وہ علمدارؑ کہاں ہے

کیا کیا نہ ادب کرتے تھے ہمشکلِ نبیؐ کا
سو مٹ گیا نقشہ بھی رسولِ عربیؐ کا

اب لاشوں میں کیا پھرتے ہو پھر خیمے میں جاؤ — بھیجو جو پسر اور ہو اکبرؑ سا تمہارا
اور ہاتھوں پہ بچہ کوئی اصغرؑ سا لے آؤ — پھر خیمے سے زینبؑ کو نکلواؤ دوبارہ
ہم تیر سے ماریں اسے تم قبر بناؤ — عرصہ ہوا عمامہ نہیں تم نے اتارا
قاسمؑ سا بنا ہو تو کوئی اور بناؤ — اکبرؑ نہیں عابدؑ کا کرو داغ گوارہ

مرنے کو اسے بھیج دو نوشاہ بنا کر — بازارِ قضا گرم ہے بیمار کو بھیجو
ہم لاش کو پامال کریں دیکھو تم آ کر — یا خیمے سے عباسؑ سے دلدار کو بھیجو

شہؑ کہتے تھے اب مونس و یاور نہیں کوئی — یہ کہہ کے جو رونے لگا لختِ دلِ زہراؑ
بس ایک ہی اکبرؑ تھا اب اکبرؑ نہیں کوئی — تیغِ دو زباں شاہ کی اسدم ہوئی گویا
عباسؑ ہوئے قتل برادر نہیں کوئی — ہیں تین شب و روز کے پیاسے میرے آقا
اصغرؑ کے لگا تیر اب اصغرؑ نہیں کوئی — میں تو ہوں رفیق آپ کی مولا یہ کہا کیا

بھجوائیں کسے مرنے کو تنہا یہ حزیں ہے — یہ سچ ہے کہ اکبرؑ نہیں عباسؑ نہیں ہے
لاشہ بھی اٹھانے کو میرا کوئی نہیں ہے — کیا تیغِ یداللہ تیرے پاس نہیں ہے

جب آئی صبحِ قتلِ امامِ فلک وقار
زینبؑ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتی تھیں بار بار
پردیسیوں پہ رحم کر اے میرے کردگار
کیونکر جیونگی بھائی سے چھٹ کر میں سوگوار
سارا جہاں سیاہ ہے چشمِ پُرآب میں
سر ننگے میں نے دیکھا ہے اماں کو خواب میں

تھا اہلبیتؑ میں یہ طلاطم کہ ایکبار
گزری وہ شب سحر ہوئی مشرق سے آشکار
پڑھ کر نمازِ صبح امامِ فلک وقار
رخصت کو آئے خیمے میں با چشمِ اشکبار
فرمایا کیوں فلک پہ اثر کس کے غم میں ہے
زندہ ہوں میں ابھی میرا ماتم حرم میں ہے

چھاتی سے پھر بہن کو لگا کر کہی یہ بات
زینبؑ میں جانتا ہوں کہ تڑپی ہو ساری رات
موت آئیگی ضرور اسے جو ہے ذی حیات
پھر حاصل اس سے کیا کہ یہ دنیا ہے بے ثبات
ماں کو پدر کو بھائی کو ہاتھوں سے کھو چکیں
تم تو کئی بزرگوں کو اس گھر میں رو چکیں

سر کو پٹک پٹک کے جو حضرت ہو نوحہ گر
مرجاؤگی تو اور بھی برباد ہوگا گھر
تھامے گا کون ہوئیں گے بچے جو بے پدر
پیٹے گا کون ماتمی صف میں برہنہ سر
ذی رتبہ ہو بتولؑ کی نازوں کی پالی ہو
تم ہم سے بیکسوں کی بہن رونے والی ہو

چلائی اس بیان کو سن کر وہ ایکبار
وا حسرتا کہ مرنا گئی یہ جگر فگار
میرے ہی تھا نصیب میں سب گھر کا کاروبار
ماتم میں روؤں سب کے بنوں سب کی سوگوار

میں جانتی تھی موت کا جب آیگا پیام
یٰس پڑھیگا میرے سرھانے میرا امامؑ
ہوگا بڑا نمازِ جنازہ کا اہتمام
لاشے پہ آکے روئیں میرے اقربا تمام

غربت میں جب سفر میرا دنیا سے ہوئیگا
رونا تو اسکا ہے کہ مجھے کون روئیگا

بن باپ کی ہوں میں میرے کام آئینگے حسینؑ
اماں کی پائنتی مجھے دفنائینگے حسینؑ

بے شمع کربلا میں جو قندیلِ دیں ہوئی
ظلمت ہر اک سمت محیطِ زمیں ہوئی
کعبے کی سمت فاطمہ مسند نشیں ہوئی
بیتاب روحِ مرشدِ روح الامیں ہوئی

دنیا میں تو علامتِ محشر تھی آشکار
مقتل میں ذوالجناحِ شہِ دیں تھا بے سوار
پھرتا تھا گرد لاشہء سید کے بار بار
جیسے پسر کی لاش پہ مادر ہو بے قرار

غل تھا ستونِ عرشِ امامت گرادیا
یعنی چراغِ بزمِ نبوت بجھادیا

کہتا تھا اے حسینؑ کہاں تجھ کو پاؤں میں
بن تیرے خیمے گاہ میں کس طرح جاؤں میں

جس دم چلے تھے خیمے سے تم سوئے قتل گاہ
میرے سُموں سے لپٹی تھی آ کر سکینۂ آہ
میں رک گیا تھا پاسِ ادب سے میانِ راہ
مولا نے اُسکو پیار کیا اُس گھڑی وہ آہ

کہتے ہیں دفن شاہ نے اصغرؑ کو جب کیا
دفنایا اُسکی لاش کو تھا پھاڑ کر عبا
اور اُسکا کرتا زین پہ گھوڑے کے رکھدیا
یعنی کہ بانو جان لے اصغرؑ ہوئے فدا

خالی جو اب سکینۂ کے آگے میں جاؤنگا
پوچھے گی وہ جو آپکو میں کیا بتاؤنگا

راہی جو گھر کو اسپ شہِ دیں پناہ ہوا
تھا زین پر وہ چھوٹا سا کرتا ڈھلا ہوا

زینب کھڑی تھی منتظر شاہِ کربلا
ناگاہ آئی پشت جو گھوڑا نظر پڑا
چھوٹا سا کرتا غرق بخوں تیروں پر دھرا
تیروں کے پھل تھے زین میں پیوستہ جا بجا

زینبؑ نے پوچھا تعزی یہ کیا ماجرا ہوا
اصغرؑ کو لے گئے تھے حسینؑ اُسکو کیا ہوا
جیتا ہے یا نشانہء تیرِ جفا ہوا
کرتا ہے تیری زین پہ کِس کا لگا ہوا

تھا تنگ تو کٹا ہوا اُس خوش خرام کا
اور خاک پر لٹکتا تھا تسمہ لگام کا

بھیجا ہے تجھ کو شہؑ نے کفن کی تلاش کو
کیا بھائی دفن کرتے ہیں اصغرؑ کی لاش کو

ٹکرا کے سر کو خاک پہ بولا وہ رہوار — اُس وقت آکے سینے پہ شمرِ لعیں چڑھا
میں بے سوار ہوگیا مارا گیا سوار — خنجر رکھا گلے پہ تو کی چشم شہ نے آہ
کیا پوچھتی ہو بیکسیء شاہِؑ نامدار — کس بیکسی سے شاہؑ نے پانی طلب کیا
جب کھائے زخم نوسدو پنجہ و یک ہزار — پانی دیا نہ شمر نے تو مجھ سے یہ کہا

اُسدم تمہارے بھائی کو غش آیا جو زین پر — اے گھوڑے روکیو تو درِ خیمہ گاہ کو
مجھ سے کہا کہ ٹیک دے گھٹنے زمین پر — زینبؑ نہ دیکھے یوں میرے حالِ تباہ کو

قاتل نے تیغ گردنِ مولا پہ جب رکھی
اتنا کہا کہ ہائے یتیمی سکینہؑ کی
اک بی بی بال کھولے سرہانے تھی واں کھڑی
آواز میں نے شیر کے نعرے کی بھی سُنی
بس زیرِ تیغ گود میں شیرِ الٰہ کی
کٹتی تھی بوسہ گاہ رسالت پناہ کی

برباد جب مرقعۂ خیر النسا ہوا

یعنی قلم قلم چمنِ مرتضیٰ ہوا
سوکھی زباں حسینؑ تو سب کو دکھاتے تھے

پھر اُقتل الحسین کا غل جا بجا ہوا
واں جبرئیل آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے

سبطِ نبیؐ پہ نرغۂ اہلِ جفا ہوا
یاں نیزہ کھا کے گھوڑے پہ شہ ڈگمگاتے تھے

واں حاملانِ عرشِ بریں کانپ جاتے تھے

زہرا کا چاند شام کے بادل میں گھِر گیا
جنت میں تھا یہ حال رسولانِ نیک کا

خنجر قلق کا زہرا کے دل میں اتر گیا
بے تیغ کٹ رہا تھا گلا ایک ایک کا

گھوڑے سے پھر زمیں پہ گرے شاہِ دیں پناہ
زینبؑ نے بال کھول کے رن کو قدم بڑھائے

آیا سرہانے تیغِ بکف شمرِ رُوسیاہ
سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے

بولا گلا کہ میں ہوں پیمبرؐ کی بوسہ گاہ
زینبؑ پکاری ہائے میرے بھائی جان ہائے

بیٹھا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ
بھیا پکار لو یہ بہن کس طرف کو جائے

اس ظلم سے جو چرخِ کہن کانپنے لگا
بھیجوں کسے تلاش کو سب میرے مر گئے

ایسا حسینؑ تڑپے کہ رن کانپنے لگا
ڈھونڈے بہن کہاں میرے بھائی کدھر گئے

کٹتی تھیں واں گلے کی رگیں کون دے جواب
ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی
ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب
پر زوجہء حسینؑ کو کچھ بن نہ آتی تھی
اے آسماں کہاں ہے حسینِؑ فلک جناب
جب سر کے کھولنے کے لئے ہاتھ اٹھاتی تھی
اے آفتاب کیا ہوا زہراؑ کا ماہِ تاب
تب دل ہی دل میں سوچ کے یہ کہتی جاتی تھی

کہہ اے فرات پیاسوں کا سلطاں کدھر گیا
زینبؑ کہاں ہے اور شہِ عالی کو کیا ہوا
اے کربلا بتا تیرا مہماں کدھر گیا
بارِ الٰہ بتا میرے والی کو کیا ہوا

زینبؑ پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں
ماں نے دلہن بنایا تھا بیوہ بناؤں میں
آؤ جبیں پہ خاک ملوں نتھ بڑھاؤں میں
مانگو دعا زمین پھٹے اور سماؤں میں

ہے ہے بچھڑ کے گورِ کنارے گئے حسینؑ
جیتی ہوں اور سنتی ہوں مارے گئے حسینؑ

مومنو راوی جاں سوز یہ کرتا ہے رقم

دفن جب کر چکے اصغرؑ کو شہنشاہِ اممؑ
بولے اعدا سے میری زیست میں عرصہ ہے کم
اب تو خیمے میں بھی جانے کے نہیں قابل ہم
ابھی یہ کہہ نہ چکا تھا پسرِ شاہِ نجف
سو ہزار اہلِ جفا ٹوٹ پڑے تیغِ بکف
سب کمانداروں کے تیر اور دلِ شبیرؑ ہدف
گرد جلاد تھے اور بیچ میں زہراؑ کا خلف

علی اصغرؑ نہ ہو منہ بانوؑ کو دکھلاؤں میں
اب تو سر کاٹ لو دنیا سے گزر جاؤں میں
ہو کے بیہوش گرے جب شہِ دیں گھوڑے سے
ساتھ ہی کود پڑا شمرِ لعیں گھوڑے سے

آیا غصے میں قریں شاہؑ کے وہ بداختر
تیغ اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں کھینچے خنجر
بے ادب نے جو یہ چاہا کہ چڑھے سینے پر
شاہؑ چپکے سے یہ بولے کہ ٹھہر شمر ٹھہر
کہہ تو دوں آگے عمل اُس پہ تو کر یا نہ کر
شمر بولا کہ بھلا خیر کہو اے سرورؑ
کہا شہؑ نے کہ میں جب قتل ہوں زیرِ خنجر
قبلہ رُو لاش لٹا دینا اُڑھا کر چادر

سُن لے دنیا میں میرے بعد تجھے رہنا ہے
تجھ سے کچھ اپنے یتیموں کیلئے کہنا ہے
اور اتنا تو میری روح پہ احساں کرنا
دیکھ سیدانیوں کے سر کو نہ عریاں کرنا

الغرض قید بھی تُو کیجیو رانڈوں کو مگر　　بیٹی اک تین برس کی ہے سکینہؑ میری آہ
منہ چھپانے کیلئے دیجیو اک اک چادر　　دیکھ تو اسکو طمانچے نہ لگانا گمراہ
تیسرے فاقے سے ہیں سب حرمِ پیغمبرؐ　　میں نے نازوں سے اسے پالا ہے خالق ہے گواہ
فاقہ تڑوائیو ان سب کا برائے داور　　وہ جو روئے نہ گھڑکنا نہ گھڑکنا واللہ

پیاسے بچوں کو میرے پانی ذرا سا دینا　　کل تلک تھی یہ میرے سینے پہ سونے والی
اور اگر پانی نہ دینا تو دلاسا دینا　　آج ہے صاحبِ ماتم مری رونے والی

بغض مجھ سے تھا سواب میں تو زمانے سے چلا　　شمر بولا کہ سکینہؑ کو بہت چاہتے ہو
رہا عابدؑ سو وہ بیمار ہے محتاجِ دوا　　شہؑ نے فرمایا کہ ہاں سب سے ہے پیاری مجھکو
ہے ورم پاؤں پہ نازک ہے بہت اسکا گلہ　　سنگدل بولا کہ بس خیر تم اب کچھ نہ کہو
طوق اور بیڑیاں بھاری نہ ہوں اے اہلِ جفا　　میں نہیں سنتا سکینہؑ کی سفارش نہ کرو

پاس کرنا نہ میرا خوفِ الٰہی کرنا　　میں طمانچہ اسے مارونگا گھڑک بھی دونگا
تازیانہ کوئی مارے تو منع ہی کرنا　　جتنی دیجائیگی ایزا میں سب اسکو دونگا

دھیان میں آپ کے کہنے کو نہ لاؤنگا میں　　شاہؑ رونے لگے اور سینے پہ جلاد چڑھا
ننگے سر آلِ پیمبرؐ کو پھراؤنگا میں　　آئی زینبؑ کی صدا ہائے برادر میرا
گھر تو کیا مسندِ شبیرؑ جلاؤنگا میں　　خوف شہؑ کو ہوا زینبؑ کے نکل آنے کا
طوق اور بیڑیاں عابدؑ کو پنہاؤنگا میں　　دیکھ کر شمر کو شہؑ نے سوئے خیمہ دیکھا

بے ردائی تو ہے ناموسِ پیمبرؐ کیلیۓ　　لب نہ ہل سکتے تھے جو کہتے کہ جاؤ زینبؑ
تازیانہ ہے فقط عابدؑ مضطر کیلیۓ　　ہاتھ اٹھا کر کہا ڈیوڑھی پہ نہ آؤ زینبؑ

الغرض شمر نے حلقوم پہ پھیرا خنجر
بال کھولے ہوئے زینبؑ نکل آئی باہر
پہنچی اس وقت مگر آنکے جب لاشے پر
جبکہ نیزے پہ چڑھاتا تھا عدو شاہؑ کا سر
روکے چلائی کہ میداں میں بھی آئی زینبؑ
اور بھائی کے گلے ملنے نہ پائی زینبؑ

سن کے زینبؑ کی صدا ہٹ گئے سب اہلِ جفا
شہِ بیکس کے لبِ خشک سے آئی یہ صدا
شمر سینے پہ ہے گردن پہ ہے شمشیرِ جفا
جاؤ ہمشیر کہ یہ وقت نہیں ملنے کا
مجمع ء عام ہے چادر تو سنبھالو زینبؑ
میرے آگے سے سکینہؑ کو ہٹا لو زینبؑ

جب ہوا رن میں محمدؐ کا نواسہ بے سر

کبھی فریاد تھی لب پر تو کبھی کرتی تھی آہ

خیمہء عترتِ اطہار میں پہنچی یہ خبر   ہاتھ پکڑے ہوئے اک چھوٹی سی لڑکی ہمراہ
کیا کہوں تھا جو درِ خیمہ پہ برپا محشر   کبھی کہتی تھی کہاں ہے پسرِ شیر الٰہ
چھوڑ کر سب کو چلی اک ضعیفہ باہر   کبھی کہتی تھی کہ مقتل کی بتادو مجھے راہ

کبھی بے ہوش کبھی بیتاب نظر آتی تھی   شامیوں رحم کرو فاطمہؑ کی جائی ہوں
پاؤں چادر میں الجھتا تھا تو گر جاتی تھی   تشنہ لب بھائی سے ملنے کیلئے آئی ہوں

کبھی کہتی تھی کہ بھائی کو بتادو لوگو   کبھی گھبرا کے یہ کہتی تھی برادر دیکھو
شکل شبیر کی نادان کو دکھادو لوگو   اک نظر بھر کے سوئے زینب مضطر دیکھو
باپ سے لاڈلی بیٹی کو ملادو لوگو   راستہ روکے ہوئے ہیں یہ بد اختر دیکھو
ملنے آئی ہے سکینہ یہ سنادو لوگو   تم تک آنے نہیں دیتے ہیں ستمگر دیکھو

کہدو حضرت سے اک آواہ وطن آئی ہے   چاند سی شکل سکینہ کو دکھادو بھائی
شوقِ دیدار میں خیمے سے بہن آئی ہے   اذن آنے کا لعینوں سے دلادو بھائی

قریبِ کوفہ جو رانڈوں کا کارواں آیا

کھلے سروں کے تماشے کو سب جہاں آیا
امامِ ہردوجہاں مثلِ سارباں آیا
زبانِ حال سے کرتا یہی بیاں آیا

بربِ کعبہ میرا جد ہے حیدرِ کرار
خدا کی راہ میں دی جس نے اشترونکی قطار
ہم آج کھینچتے ہیں اُشتر حرم کی مہار
نہ ہے بدن پہ عبا اور نہ سر پہ ہے دستار

نہ وہ طعام میں ہے ذائقہ نہ پانی میں
مزا ملا ہے جو رانڈوں کی سارباني میں
گلوئے شاہ سے تلوار کا مزا پوچھے
مرے قدم سے کوئی خار کا مزہ پوچھے

چچا کو باپ کو بھائی کو میرے قتل کیا
ہمیں بخار ہے لیکن نہیں دوا و غذا
تمام راہ میں فاقے پہ فاقہ ہم نے کیا
پر اس پہ کہتے ہیں چل جلد جلد واویلا

لقب جہان میں اب بے پدر ہمارا ہے
یہ کنبہ بلوے میں سب ننگے سر ہمارا ہے
عجیب حال میانِ سفر ہمارا ہے
جہاں پہ بیٹھ گئے وہ ہی گھر ہمارا ہے

خدا کسی کو نہ ڈالے ستم میں اعدا کے
کہوں تو کیا میں کہوں امتی ہیں نانا کے
قضا کی جھولیوں میں سب نبیؐ کے پھول گئے
ہمیں تو موت بھی اور شاہِ دیں بھی بھول گئے

نبیؐ کی آل ہے بلوے میں آج ننگے سر یہ بات عابدِؑ بیمار نے جو فرمائی
ہر ایک انُ پہ حقارت سے کررہا ہے نظر شُتر سے زینبِؑ غم دیدہ تب یہ چلائی
پدر کی لاش پڑی ہے زمین کے اوپر نثار تیری غریبی پہ ہو یہ دکھ پائی
سر انکا نیزہء خولی پہ ہے لہو میں تر سنبھل سنبھل کے چلواے پدر کے شیدائی

پدر نہیں جو ہماری مدد کو آیٔگا ہجومِ عام میں سر ننگے ہم کو لائے ہیں
خدا ہی ہم کو اب اس قید سے چھڑایٔگا ستم کی فوج نے کانٹے یہاں بچھائے ہیں

اب اسطرح سے روایت میں مومنو ہے رقم ہمیں بتاؤ کہ پھٹتی ہماری چھاتی ہے
کہ پہنچے جب درِ کوفہ کے پاس اہلِ حرم کہ اس شہید سے بوئے قرابت آتی ہے
لٹک رہی تھی وہاں لاشِ مسلمِ پرُغم یہ لاش ہم کو غریبی عجب دکھاتی ہے
نگاہ پڑگئی زینبؑ کی اُس پہ ہائے ستم پھپھی بتاؤ سکینہؑ کی جان جاتی ہے

کہا سکینہ نے رو کہ جی تڑپتا ہے قسم خدا کی نہیں دل کو چین ہے اماں
یہ کس شہید کا لاشہ پھپھی لٹکتا ہے یہ بیکسی میں مثالِ حسینؑ ہے اماں

پھپھی سے کی یہ سکینہؑ نے جس گھڑی تقریر — جنابِ عابدِ بیکس نے بھی یہ رو کے کہا
تو سر کو پیٹ کے بولی یہ زینبِؑ دلگیر — خدا کے واسطے کھولو ہمارے ہاتھ ذرا
کہ کس طرح سے نہ احوال ہو ترا تغیر — چچا کی لاش کو سجادؑ بھی کرے پرسا
پھوپھی نثار یہی ہے ہراولِ شبیرؑ — یہ سن کے لاشۂ مسلمؑ بھی ہائے کانپ گیا

سوائے شکرِ الٰہی نہ کچھ کلام کرو — کہا پکار کے زین العباؑ سلام علیک
چچا کی لاش ہے صدقے گئی سلام کرو — یتیمِ سبطِ رسولِ خدا سلام علیک

کہا یہ زینبؑ بیکس نے لاشِ مسلمؑ سے — صدا یہ لاشۂ مسلمؑ سے آئی اے خواہر
تمہارے دیس میں آئی ہوں بھائی جاں پھر کے — تمہارے پائے مقدس ہماری آنکھوں پر
میں سر برہنہ ہوں چادر کوئی اڑھاؤ مجھے — ہزار حیف کہ بھائی ہوئے تہہ خنجر
تمہارے بھائی مع اقربا کے قتل ہوئے — قلق ہے روح کو بہنا چھپاؤ اپنا سر

تباہ حال ہے مشکل کشا کی جائی کا — کہاں سے لائے ردا بھائی تجھ بہن کیلئے
بہن کو دیجئے پرسہ حسینؑ بھائی کا — کہ میری لاش تو محتاج ہے کفن کیلئے

عزیزو بیوہء مسلمؑ نے جب یہ حال سنا   صدا یہ لاش کے حلقِ بریدہ سے آئی
پکاری اے میرے والی یہ ظلم تم پہ ہوا   کہ موت کھینچ کے ہم کو تھی اس جگہ لائی
رقیہؑ دخترِ مسلمؑ نے بھی با آہ بکا   مرے بھی دل میں ہے فرقت نے آگ بھڑکائی
دکھا کے خاک بھرے بال لاش سے یہ کہا   پر اپنے بس میں نہیں ہے تمہارا شیدائی

لگاؤ سینے سے دل کو غمِ جدائی ہے   فدا ہوا تیرا بابا شہِ مدینہ پر
یتیم آپ کی بابا رقیہؑ آئی ہے   بلائیں لے کہ تُو قربان ہو سکینہؑ پر

عزیزو حادثہء نو سنو بغور ذرا
کہ جس گھڑی درِ کوفہ میں شہؑ کا سر پہنچا
مع سناں سرِ شبیرؑ معجزے سے جھکا
ہر ایک زخمِ بدن چوم چوم کر یہ کہا

تمہارے بعد گلا ہم نے بھی کٹایا ہے
تمہاری لاش سے ملنے حسینؑ آیا ہے

تنہا شبِ فرقت میں بکا کرتی تھیں صغراؑ

دن آمدِ اکبرؑ کے گنا کرتی تھیں صغراؑ
جینے کی نہ صحت کی دعا کرتی تھیں صغراؑ
زہراؑ کی لحد سے یہ کہا کرتی تھیں صغراؑ

(2)
جب مرقدِ زہراؑ سے یہ کہتی تھی وہ دکھیا
ہوتی تھی صدا قبرِ پیمبرؐ سے یہ پیدا
دادی ہے کہاں جس سے یہ تو کہتی ہے صغراؑ
شبیرؑ کے ہمراہ لحد سے گئی زہراؑ

بیمار کو بیکس کو مسیحا سے ملادو
صدقے گئی دادی مجھے بابا سے ملادو

(3)
اسطرح سے اب راویء صادق نے ہے لکھا
تشویش میں جب چاند محرم کا بھی گزرا
پردیسیوں کا نامہ و پیغام نہ پہونچا
اک لڑکی نے ایک روز کہا آکے کہ صغراؑ

رونا ہے تیری دادی کو لاشے پہ پسر کے
اب آئیگی شبیرؑ کا چالیسواں کرکے

(4)
پھر بازوؤں کو تھام کے بیکس کو اٹھایا
اور مادرِ عباسؑ کو بھی پاس بلایا
بیمار کو دروازے پہ لیجاکے بٹھایا
صغراؑ کو مدینے میں تلاطم نظر آیا

کیا روتی ہے دل شاد ہو بابا تیرا آیا
اے فاطمہؑ بیمار مسیحا تیرا آیا

دیکھا کہ ہم کوچوں میں سب چھوٹے بڑے ہیں
سب آمدِ شبیرؑ کے مشتاق کھڑے ہیں

اک غول ہوا دور سے ناگاہ نمودار
تھی جسمیں صدا ہائے حسیناؑ کی ہر ایک بار
اُس غول کے حلقے میں بشیرِ جگر افگار
یہ مرثیہ پڑھتا ہوا آتا ہے با تکرار
اے اہلِ وطن چین سے کیا بیٹھے ہو گھر میں
گھر لُٹ گیا احمدؐ کے نواسے کا سفر میں

(6)
ظاہر تھے مدینے میں تو یہ حشر کے آثار
جو اونٹ ہوئے آلِ پیمبرؐ کے نمودار
غل پڑ گیا لو آئی ہے وہ عطرتِ اطہار
وہ اونٹ پہ سجادؑ بھی سر ننگے ہے اسوار
وہ زین ڈھلا گھوڑا ہے فرزندِ نبیؐ کا
دیکھو وہ علم آتا ہے عباسِ علیؑ کا

(7)
اک عماری کا ہوا آہ نمودار
تھے جسکی مہار آپ لئے عابدِ بیمارؑ
انبوہِ خلائق جو سوا ہوتا تھا ہر بار
سجادِ حزیں کرتے تھے اک اک سے یہ گفتار
اِس اونٹ سے مل کر نہ چلو بے ادبی ہے
یہ اُشترِ بانوئے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

(8)
ناگاہ شتر بانوئے مغموم گیا تھم
سجادؑ کو محمل سے پکاری وہ بصد غم
اس بھیڑ کو سرکاؤ کہ رکتا ہے میرا دم
روضے پہ محمدؐ کے مجھے لیچلو اس دم
کیا وجہ سواری میری اس جا جو کھڑی ہے
بولا کوئی صغراؑ یہاں بے ہوش پڑی ہے

بانوؑ نے کہا لوگو میرا اونٹ بٹھادو
بچھڑی ہوئی بیٹی کو گلے میرے لگادو
دل ڈھونڈ رہا ہے میرا اصغرؑ کو دکھادو
عابدؑ تمہیں پردہ میری محمل کا ہٹادو

میں سنتی ہوں آواز مجھے دیتی ہے صغرا
11 تم کہدو بلائیں تیری ماں لیتی ہے صغرا

10 القصہ شتربانوں نے واں اونٹ بٹھائے
اور محمل و ہودج سرِ دروازہ لگائے
بانوؑ جو اترنے لگیں گردن کو جھکائے
سجادؑ پکارے نہ یہاں اب کوئی آئے

بیوہ شہِؑ بیکس کی اترتی ہے محبو
12 مادر علیؑ اکبرؑ کی اترتی ہے محبو

کچھ عورتیں روتی ہوئی واں آئیں کھلے سر
اور واسطے پردے کے لگیں روکنے چادر
دل بانوؑ کا بھر آیا لگی کہنے یہ رو کر
جس سے میرا پردہ تھا چلا اُس پہ تو خنجر

بے وارثی ہوں بیوہ و مغموم و حزیں ہوں
پردہ نہ کرو پردے کے قابل میں نہیں ہوں

زینبؑ کے اترنے کی وہاں آئی جو باری
منہ اپنا سوئے کرب و بلا کرکے پکاری
اے بھائی کہاں ہو میں تمہارے گئی واری
تم آکے اتارو تو بہن اترے تمہاری

ہو دور مگر صاحبِ اعجاز بڑے ہو
آؤ یہاں اور روک کے چادر کو کھڑے ہو

زینبؑ کو صدا روحِ برادر کی یہ آئی
خواہر تیرے ہمراہ یہاں آیا ہے بھائی
موجود ہے یاں روحِ شہِ کرب و بلائی
تم شوق سے اترو اسداللہ کی جائی

سب جانتے ہیں صاحبِ عصمت تو بڑی ہے
مادر میری روکے ہوئے پردے کو کھڑی ہے

آخر جب اسیروں کو ملا حکمِ رہائی
زینبؑ نے صفِ ماتمِ مظلوم بچھائی
ذکرِ غمِ شبیرؑ کی بنیاد بنائی
قاتل ہی کے گھر مجلسِ مقتول سجائی

یہ ذاکرہ یوں رازِ ستم کھول رہی تھی
زینبؑ نہ تھی خود کرب و بلا بول رہی تھی

جب شام کے زنداں میں شہیدوں کے سر آئے
سب بیبیوں نے پیاروں کے سر دل سے لگائے
لیکن دلِ زینبؑ پہ رہے فرض کے سائے
رکھے رہے سر بچوں کے اُس نے نہ اٹھائے

اُس وقت بھی شبیرؑ کا آغوش میں سر تھا
یہ حق کے مبلغ کیطرف حق کا سفر تھا

یہ مجلسِ اول تھی شہِ جن و بشر کی
یہ پہلی کرن شام میں پھوٹی تھی سحر کی
اِس ذکر سے تطہیر ہوئی فکر و نظر کی
تبلیغ کی یہ پہلی مہم ذکر نے سر کی

کچھ ایسے سلیقے سے یہ بنیاد پڑی ہے
صدیوں کے ستون گر گئے تعمیر کھڑی ہے

سر کرلیا جب شام کی تاریخ ادا کو　　یہ قافلہ پہنچا جو سرِ مقتلِ شبیرؑ
یہ قافلۂ درد چلا کرب و بلا کو　　دیکھا جو مزاروں کو تو سینے میں لگے تیر
مل سکتی تھی اب دادِ وفا اہلِ وفا کو　　نظروں میں ابھر آئی فدا کاروں کی تصویر
آنکھوں سے لگانا تھا مزارِ شہداء کو　　اب مرقدِ شبیرؑ تھا اور زینبؑ دلگیر

سرورؑ کو سنانا تھا کہ تا شام ہوا کیا　　یوں جزبے نظر ساعتِ قتلِ شہِ دیں تھی
سالار سے کہنا تھا کہ نائبؑ نے کِیا کیا　　اک خون کا دریا تھا فلک تھا نہ زمیں تھی

کہتی تھی کہ آئی ہے بہن دیکھ لو بھیا　　پھر کرنے لگی کوفے کے بازار کی باتیں
بازو پہ نشاناتِ رسن دیکھ لو بھیا　　طوق و رسن و عابدِ بیمارؑ کی باتیں
اجڑا ہوا زہراؑ کا چمن دیکھ لو بھیا　　رُسوائیوں کی شام کے دربار کی باتیں
لائی ہوں شہیدوں کے کفن دیکھ لو بھیا　　زنداں کے سلگتے در و دیوار کی باتیں

بھیا دلِ غمدیدہ کی فریاد تو سن لو　　ذکر آیا سکینہؑ کا جو زنداں کے بیاں میں
جو گزری ہے تا شام وہ روداد تو سن لو　　بھرا گئی آواز وہ لُکنت تھی زباں میں

تھرا گئی تربت بھی سکینہؑ کے بیاں پر
اور اشکوں سے زینبؑ کے زمیں ہوتی رہی تر
بھائی سے بس اتنا کہا شرمندہ ہے خواہر
اے بھائی کفن تک نہ ہو اُسکو میسر

رورو کے تھکی اتنی کہ چُپ ہوگئی بچی
جس گوشے میں بیٹھی تھی وہیں سوگئی بچی

سر اپنا پیٹ کے فضہ سے ہند نے پوچھا
ارے بتا تو سہی کیا حسینؑ قتل ہوا
جبھی تو خواب میں زہراؑ کو ننگے سر دیکھا
وہی حسینؑ وہی ہے یہ دخترِ زہراؑ

غضب ہوا شہِ والا سے چھٹ گئی زینبؑ
حسینؑ قتل ہوئے اور لٹ گئی زینبؑ

کہتی تھی یہ رورو کے اِدھر زینبؑ مضطر
روتی تھیں اُدھر بیبیاں پیاروں کی لحد پر
دو تربتیں اشکوں سے مگر ہو نہ سکی تر
زینبؑ نے سنا کہتی ہوں ماں جیسے یہ رو کر

کس یاس سے تکتے ہیں تجھے دیر سے زینبؑ
ان بچوں کو بھی ایک نظر دیکھ لے زینبؑ

پکاری فضہؑ زباں بند کر تو اے خشخو
مجال ہے یہ کسی کی جو لوٹے زینبؑ کو
ذرا تو غور سے اے بی بی تم بھی تو دیکھو
حسینؑ بھائی ہو عباسؑ جسکا بھائی ہو

وہ بی بی قید میں بلوے میں جائے عبرت ہے
بہن حسینؑ کی ہو بے ردا قیامت ہے

پکاری ھند کہ اچھا نہ حال بتلاؤ
میں ہاتھ جوڑتی ہوں کچھ تو دیر فرماؤ
کہا کنیزوں سے حاکم تلک ذرا جاؤ
وہ سر جو طشت میں رکھا ہے جلد لے آؤ

یہ سن کے چند کنیزیں ہوئیں روانہ اُدھر
اور اس طرف دلِ زینبؑ پہ چل گیا خنجر
سنا سکینہؑ نے آتا ہے یاں سرِ سرورؑ
کہا یہ ھند کی بیٹی سے بادلِ مضطر

کہو یزید سے واپس جو ہو کے آؤنگی
قسم حسینؑ کی اِس سر کو ساتھ لاؤنگی

وہ سر جو آئے تو تم اپنی ماں سے لے لینا
بہن خدا کیلئے تم وہ مجھ کو دے دینا

یہ ذکر تھا کہ کنیزوں کا اژدھام آیا
سرِ حسینؑ لیے شمرِ زیست کام آیا
پکاری بنتِ علیؑ موت کا پیام آیا
بہن کا نام بتانے سرِ امامؑ آیا

سرِ حسینؑ جو آیا محل میں مثلِ ماہ
پکاری ھند کہ کیا شکل ہے سبحان اللہ
لو آؤ قیدیو اب دیکھو قدرتِ اللہ
صدا یہ سر سے سنی لا الہ اللہ

کنیزوں نے سرِ سلطانِ مشرقین رکھا
حضور ھند کے لاکر سرِ حسینؑ رکھا

بہن کہاں ہو نہ شرماؤ گو یہ ذلت ہے
خدا کی راہ میں بے پردگی بھی عزت ہے

صدا یہ سنتے ہی آئی بتولؑ کی جائی
قریب ھند کے آ کر یہ بات فرمائی
حسینؑ ذبح ہوئے اور میں قید میں آئی
چھپاؤں کیا کہ بتاتے ہیں خود مجھے بھائی

یوں رقم کرتا ہے اب راویِ مغموم و حزیں
ایک دولھا لئے جاتا تھا برات اپنی کہیں
وہبِ کلبی تھا لقب تھا وہ غلامِ شہِ دیں
دور سے اسکو نظر آگئی مقتل کی زمیں

لے بی بی فاطمہؑ کے نورِ عین کا پرسہ
میں تجھ کو دیتی ہوں بھائی حسینؑ کا پرسہ

دل پہ شبیرؑ کے ماتم کا اثر ہونے لگا
دیکھ کر گنجِ شہیداں کی طرف رونے لگا

اک زمیندار کھڑا تھا یہ کیا اُس سے کلام
کسکی یہ فوج ہے اور کسکے یہ لاشے ہیں تمام
یہ جو زخمی ہے کھڑا لاشوں میں کیا اسکا ہے نام
روکے وہ شخص پکارا کہ ہے رونے کا مقام

اور یہ مظلوم جو کھاتا ہے کھڑا نیزہ و تیر
ہے نبیؐ ابنِ نبیؐ اور امیر ابنِ امیر
وطن آوارہ مصیبت زدہ بیکس دلگیر
ہے یہی تین شب و روز کا پیاسہ شبیرؑ

ہیں یہ جلاد جو کھینچے ہوئے شمشیریں ہیں
اور زہراؑ کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

اب تلک صبح سے لوٹا گیا باغِ زہراؑ
اب یہ بے رحم بجھاتے ہیں چراغِ زہراؑ

یوں تو یاں ایک سے ایک ظلم ہوا شہؑ پہ سوا
تین صدموں میں مگر صبر کا یارا نہ رہا
اک جوں اسکا بھتیجا تھا حسنؑ کا بیٹا
شب کو وہ دولھا بنا صبح شہیدوں میں ملا

اسکے مرنے کی خبر شہؑ نے جو پہنچائی تھی
ماں دلھن کو لئے سر ننگے نکل آئی تھی

دوسرا غم ہے کہ اک بھائی تھا اسکا صفدر
جب سے وہ مرگیا سیدھی نہیں ہوتی ہے کمر
اب بھی روتا ہے اسے ہائے برادر کہہ کر
بے کفن لاش وہ اُسکی ہے پڑی دریا پر

ابھی وہ لاش عجب درد سے تھرائی تھی
لڑکی اک ہائے چچا کہہ کے جو چلائی تھی

تیسرا حادثہ میں کیا کہوں پھٹتا ہے جگر
اسکا ایک بیٹا تھا اٹھارہ برس کا اکبرؑ
برچھیوں سے ابھی مارا گیا رن میں وہ پسر
ہیف ہے دفن ہوئی رات کو جسکی مادر

غمِ اکبرؑ میں اسے کیا کہوں کیونکر دیکھا
سب نے میدان میں زینبؑ کو کھلے سر دیکھا

عزیزو شام کے زنداں میں جب حرم آئے

عجیب شان سے وہ کشتہء الم آئے ۔ وہ قید خانہ وہ ذریتِ رسولِ خداؐ
حیا کے مارے کئے گردنوں کو خم آئے ۔ سوائے کجروی ء چرخ اور کہیے کیا
قدم قدم پہ اٹھاتے غم و الم آئے ۔ گزر کے دن جو شب آئی تو اور قہر ہوا
سکینہؑ رو کے پکاری کدھر گئے بابا

بلا کشوں نے مکاں رہنے کو وہ پایا تھا ۔ اندھیرے گھر میں میری جان نکلی جاتی ہے
بجز فلک نہ شجر کا بھی کوئی سایہ تھا ۔ نہ نیند آتی ہے مجھکو نہ موت آتی ہے

کوئی ذرا میرے بابا سے کہدے یہ جا کر ۔ بلائیں لیکے یہ کہتی تھی بانوئے پرغم
سکینہؑ مرتی ہے حضرت کو کچھ نہیں ہے خبر ۔ ہماری گود میں آؤ سلائیں تم کو ہم
چلے گئے ہیں چچا جان میرے ہائے کدھر ۔ وہ رو کے کہتی تھی اماں تمہیں خدا کی قسم
ذرا سکینہؑ کا احوال دیکھیں تو آ کر ۔ ہمارے کانوں کو دیکھو تو کس قدر ہے ورم

پڑی ہوں خاک پہ تکیہ ہے اور نہ بستر ہے ۔ گلے کے درد سے کس طرح مجھ کو نیند آئے
لہو سے کانوں کے کرتہ ہمارا سب تر ہے ۔ بس اب دعا یہ کرو تم سکینہؑ مرجائے

یہاں تو خانہء زنداں میں تھا یہ حشر عیاں　　جھکا کے سر کو پکاری سنی تھی کل جو خبر
محل میں ہند نے جسدم سنی صدائے فغاں　　وہ کس زباں سے کروں عرض کانپتا ہے جگر
خواصِ خاص سے اُس نے کیا یہ رو کے بیاں　　خدا یہ جھوٹ کرے بہرِ احمدؐ و حیدرؑ
کسی سے پوچھو تو ان قیدیوں کا گھر ہے کہاں　　سنا ہے کٹ گیا تن سے کسی حسینؑ کا سر

فغاں سے ان کے کلیجے کے ٹکڑے ہوتے ہیں　　نبیؐ کا لال شہِ مشرقین خیر سے ہو
یہ کون مرگیا کس کہ یہ لوگ روتے ہیں　　خدا کرے میرا آقا حسینؑ خیر سے ہو

پکاری ہند کنیزوں کو ڈیوڑھی پہ ابھی جاؤ　　اسی خیال سے سینے میں ہے جگر بے چین
ہوں قید خانے میں چلتی سواری جلد منگاؤ　　الٰہی خیر سے ہو فاطمہؑ کا نور العین
خواصِ خلعتِ پرُزر جو لائی بولی ہٹاؤ　　محل سے وہ جو پیادہ چلی بہ شیون وشین
لباسِ ماتمی ہوئے تو کوئی مجھ کو پنہاؤ　　علیؑ علیؑ تھا زباں پرہ کبھی حسینؑ حسینؑ

برہنہ سر ابھی حیدرؑ کو خواب میں دیکھا　　صدا یہ دیتی محل دار آگے جاتی ہے
سیاہ پوش پیمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا　　ہٹو ہٹو کہ زنِ میرِ شام آتی ہے

خبر یہ بنتِ یداللہ نے سنی جسدم | درِ خرابہ پہ پہنچی جو ہندِ نیک سیر
کہ ہند آتی ہے زندان میں بہ جاہ و حشم | تو اسکی لونڈیوں نے دی صدا یہ بڑھ بڑھ کر
ردا کہاں تھی چھپاتی جو سر وہ کشتۂ غم | اسیرو بیٹھے ہو کیا بیڑیوں پر رکھے سر
یہ کہکے اُس نے ملی خاک منہ پہ ہائے ستم | حضور دیکھیں گی تم لوگ جلد آؤ ادھر

نبیؐ سا نانا ہو جس کا علیؑ پدر ہوئے | ردائیں دینگی تمھیں اور مال و زر دینگی
غضب ہے قید میں وہ بی بی ننگے سر ہوئے | یقین ہے کہ رہا قید سے بھی کردینگی

خواصیں پیچھے ہٹیں اور بڑھی وہ نیک سیر | یہ حال دیکھ کے دل ہند کا ہوا بے چین
بروئے خاک نظر آئی اُس کو اک دختر | بلائیں لیکے کہا کس کی تم ہو نور العین
گلے میں اُس کے پھٹا کرتہ ہے لہو میں تر | یہ کیا زمین پہ لکھتی ہو تم بہ شیون وشین
زمیں پہ انگلی سے لکھتی ہے کچھ وہ خستہ جگر | سکینہؑ پیٹ کے کہنے لگی حسینؑ حسینؑ

بلائیں لیتی ہے اور اشکبار ہوتی ہے | میں کیا بیان کروں میرا دم نکلتا ہے
پدر پدر کبھی کہتی ہے اور روتی ہے | یہ نام لکھنے سے کچھ میرا دل بہلتا ہے

عابد کو جب یزید سے بابا کا سر ملا

سر کیا ملا کہ مرہمِ زخمِ جگر ملا
مدت کے بعد باپ کے سر سے پسر ملا
ماہِ صفر میں شام سے حکمِ سفر ملا

بہنوں نے باری باری لیا گود میں وہ سر
زینبؑ نے ہونٹ دھرے بھائی کے ہونٹ پر
دریا بہا کے اشک کے بولی وہ نوحہ گر
بھیا پھری ہے آپکی ہمشیر در بہ در

دیکھا جو اہلبیتؑ نے فرقِ جناب کو   جس روز سے جدا ہوئی میں دم سے آپ کے
تاروں نے آ کے گھیر لیا ماہ تاب کو   نیزوں سے پشت زخمی ہے دل غم سے آپ کے

بھیا ہماری تم کو خبر ہے کہ یا نہیں   دسواں بھی بیسواں بھی ہوا قید ہی میں ہائے
بھیا ہمارے سر سے ردائیں اتار لیں   بھیا تمہارا فاتحہ بھی ہم نہ کرنے پائے
بھیا تمہاری بہنیں یہاں رسی میں بندھیں   کتنا کہا کہ یاں کوئی بھائی کے سر کو لائے
بھیا تمہاری بیٹی کے ہیں سیلیاں لگیں   پر کیا شقاوت انکی یہ خواہر تمہیں بتائے

خنداں ہمارے حال پہ اسدم شریر تھے   جب فاتحہ کا آپکے ہم نام لیتے تھے
بھیا ہم ایک رسی میں بارہ اسیر تھے   پانی بھی اس دن ہم کو یہ ناری نہ دیتے تھے

روئی یہ بین کر کے جونہی بنتِ مرتضیٰ　　زینبؑ سے کہہ رہا تھا یہ فرقِ شہِ ہدیٰ
لکھا ہے تھرتھرا گیا فرقِ شہِ ہدیٰ　　ناگاہ آئے حضرتِ عابد برہنہ پا
پیدا ہوئی گلوئے بریدہ سے یہ صدا　　ہاتھوں کو اپنے جوڑ کے زینبؑ سے یوں کہا
زینبؑ خموش باش کہ اب عرش ہل گیا　　اماں مری کہاں ہیں بتاؤ پئے خدا

یہ تو بتاؤ شاہِ ولایت کے واسطے　　سب ہیں یہاں پر آہ میری جان جاتی ہے
کچھ بد دعا تو کی نہیں امت کے واسطے　　بانوؑ کے رونے کی نہیں آواز آتی ہے

تھرا گئی یہ سنتے ہی زینبؑ بصد فغاں　　بھاوج کے آگے گر پڑی زینبؑ بچشمِ تر
ڈھونڈا ہر اک سمت کو با چشمِ خونفشاں　　چھاتی سے سر لگا کے پکاری وہ نوحہ گر
دیکھا سکینہؑ بالی کا نکلا تھا دم جہاں　　رونا تو ہے نصیبوں میں اے بھابی عمر بھر
واں غش میں ہے پڑی ہوئی بانوئے خستہ جاں　　سر آیا ہے حسینؑ کا کچھ ہے تمہیں خبر

سینہ ہے چاک چاک تو دل دردمند ہے　　اٹھو کہ چھوٹا قید سے کنبہ امامؑ کا
ہے ہے سکینہؑ جان کا نوحہ بلند ہے　　ماتم کرو حسینؑ علیہ السلام کا

جسدم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا
سہ پارہ دل کا آہوں سے زیر و زبر ہوا
سم کا جو روئے پاک پہ ظاہر اثر ہوا
حال اس امامِ پاک کا اسدم دیگر ہوا

بستر پہ دردِ دل سے تڑپنے لگے امام
صدمے سے سبز ہونے لگا روئے سرخ فام
چلائے ہاتھ سے یہ کلیجے کو تھام تھام
دوڑو بہن کہ وقت ہمارا ہوا تمام

راحت میں فرق اور شکم میں خلل پڑا
کٹ کر کلیجہ طشت کے اندر نکل پڑا

یہ کہتے کہتے زرد رخِ پاک ہوگیا
چلاتے تھے کہ ہائے جگر چاک ہوگیا

دوڑیں جنابِ زینبؑ بیکس برہنہ پا
دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰؑ
بولی یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا
ہے ہے بہن نثار ہو بھائی یہ کیا ہوا

تکیہ لگا رہے تھے حرم جو ادھر اُدھر
بازو کو تھام لیتی تھیں کوئی تو کوئی سر
فرمایا لاؤ طشت ہوا زہر کا اثر
رہ رہ کے کوئی کاٹتا ہے تیغ سے جگر

کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلا دیا
کس نے میرے کلیجے پہ خنجر پھرا دیا

بڑھتا تھا جب کہ درد جگر میں امامؑ کے
جھکتے تھے بار بار کلیجے کو تھام کے

آئے حسینؑ اتنے میں باچشمِ اشکبار
چلاتے تھے کہ آپکی غربت کے میں نثار
شبر گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے میرے نانا کے یادگار

بھیا تمہار گود میں نکلے گا میرا دم
تم دو گے ہم کو غسل و کفن جب مرینگے ہم
ہوگا تمہارے پاس نہ کوئی بجز الم
قاتل سرہانے ہوئیگا یا خنجرِ ستم

مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئینگے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئینگے

شبر تو بعدِ برگ بھی راحت سے سوئیگا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئیگا

دردِ جگر سے غش ہوئے شاہِ فلک جناب
غمگیں تو تھے حسینؑ ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روحِ احمدؐ و زہراؑ و بوترابؑ
واں آسماں پہ ہوگئے باغِ جناں کے باب

پہنچا جو شہرِ کوفہ میں رانڈوں کا قافلہ
حاکم کے فتح پانے کا اک جشن تھا بپا
بجتے تھے شادیانے مسلسل جگہ جگہ
تھی سر برہنہ بی بیاں بیمار ننگے پا

سر پیٹو مومنو کہ قضا کرگئے حسنؑ
بن بھائی کے حسینؑ ہوئے مر گئے حسنؑ

اک دوسرے سے مل کے عدو شاد ہوتے تھے
زینبؑ کی سمت دیکھ کے سجادؑ روتے تھے

مسکن تھا شہرِ کوفہ میں امِ حبیبہ کا
عاشق تھی وہ حسینؑ کی زینبؑ پہ تھی فدا
شوہر کسی مہم پہ تھا اسکا گیا ہوا
رہتی تھی روزوشب وہ اسی غم میں مبتلا

بیٹھی تھی اک ضعیفہ اسیروں میں باوقار
اک پیاسی بچی گود میں روتی تھی زار زار
بچی ضعیفہ سے یہی کہتی تھی بار بار
انِ سے سوالِ آب کروں کیا میں سوگوار

کچھ عورتوں نے آکے کہا قیدی آتے ہیں
چل تو بھی لوگ انکے تماشے کو جاتے ہیں

سن کر حبیبہ نے کہا میں پانی لاتی ہوں
نامِ حسینؑ بچی کو پانی پلاتی ہوں

جام ایک لاکے اُس نے سکینہؑ کو جب دیا
زینبؑ پکاری حق میں کرو اس کے تم دعا
بولیں سکینہؑ بی بی بتا دل کا مدعا
اُس نے کہا کہ فتح ہو شوہر کی یا خدا

سر کو جھکا کے امِ حبیبہ نے پھر کہا
ہوجاتی ہے قبول یتیموں کی سب دعا
بچے میرے یتیم نہ ہوں صدقہ زہراؑ کا
اُنکو مصیبتوں سے بچائے بچے خدا

بولیں سکینہؑ یہ کہ دعا مستجاب ہو
شوہر اگر ہو حق پہ تیرا فتحیاب ہو

کی یہ دعا سکینہؑ نے بچے کریم ہوں
فرزند مومنہ کے نہ یارب یتیم ہوں

پھر اُس نے رو کے بالی سکینہؑ سے عرض کی
اے بی بی اب تو دل کی تمنا ہے بس یہی
عرصے سے شاہزادی سے اپنی نہیں ملی
دیکھوں جو میں تو اُن کو کھلے دل کی یہ کلی

پھر اُس نے اُن کے گوشِ مبارک میں یہ کہا
زینبؑ ہے نام فاطمہ زہراؑ کی بیٹی کا
یارب رہے بتول کی شہزادی خوش صدا
سر پر ہمیشہ سایہ ہو اُنکے حسینؑ کا

زینبؑ نے پوچھا بی بی کا کیا تیرے نام ہے
منہ پیٹ کر وہ بولی حیا کا مقام ہے

زینبؑ نے پوچھا کیا اُنہیں پہچانتی ہو تم
یہ تو بتاؤ کب سے اُنہیں جانتی ہو تم

چہرے سے بال ہٹا کے یہ بولی وہ نوحہ گر
امِ حبیبہ تجھ کو ہماری نہیں خبر
کرب و بلا میں قتل ہوئے شاہِ بحروبر
زینبؑ ہے تیرے سامنے بلوے میں ننگے سر

مظلومیت سے رو کے یہ سجاد نے کہا
حاکم کی گر خوشی ہے تو پھر عذر ھمکو کیا
بازاروں میں تو پھر چکے بے مقنع و ردا
آساں کریگا مشکلِ دربار بھی خدا

جی بھر کے شاہزادیء یثرب کو دیکھ لے
ہو کر اسیر آئی ہے زینبؑ کو دیکھ لے

حاضر ہیں لے چلو ہمیں ہمراہ لے چلو
سر پر نہیں حسینؑ جہاں چاہو لے چلو

کچھ اب بھی اوڑھنے کے لئے دو گے یا نہیں   وہ بولے اب قبول کوئی التجا نہیں
حاکم کا سامنا ہے سروں پر ردا نہیں   سے سے حیا ہے پر ہمیں تم سے حیا نہیں
لائے ہو اپنے شہر میں کچھ بھی حیا نہیں   حاکم کے دشمنوں پہ تراحم روا نہیں
کیسے عرب ہو تم کو حمیت ذرا نہیں   کچھ تم کو احتیاجِ لباس و غذا نہیں

سیدانیوں کو کچھ تو مدارات چاہئے   بوسیدہ وارثوں کے لہو سے جبیں تو ہے
چادر بجائے ھدیہ و سوغات چاہئے   چہروں پہ خاک اور لگا لو زمیں تو ہے

رانڈیں پکاری سچ ہے حقیقت میں ہے یونہی   پر اتنا ٹھرو وارثوں کے سر سے پوچھ لیں
پر اپنا منہ تو خاک کے قابل بھی اب نہیں   شاہِ امم کے فرقِ منور سے پوچھ لیں
یہ وقت وہ ہے ہم سے کنارہ کرے زمیں   عباس ابنِ حیدرِ صفدرؑ سے پوچھ لیں
پیوندِ خاک کیوں نہ ہوئے پیشِ شاہِ دیں   دربار جانے کو علی اکبرؑ سے پوچھ لیں

منظور ہے ہمیں کہ سروں پر ردا نہ ہو   مردہ نہ سمجھو انکو یہ حیدر کے پیارے ہیں
سر ننگے ہی چلیں گے ہم اچھا خفا نہ ہو   مختار ہم نہیں ہیں یہ مالک ہمارے ہیں

نیزوں پہ نصب تھے جو شہیدوں کے سر تمام
زینبؑ نے بڑھ کے بھائی کے سر کو کیا کلام
چلائے اے ذبیحِ خدا شاہِ تشنہ کام
مرضی ہے کیا حضور کی کہتے ہیں کیا امام

نامِ یزید سنکے یہ بچے دہلتے ہیں
سجاد سر جھکائے ہوئے ہاتھ ملتے ہیں
بولو حسینؑ بولو کہ اب دم نکلتے ہیں
آئی ندا کہ تم بھی چلو ہم بھی چلتے ہیں

جاؤں نہ جاؤں سیدِ زیجاہ کیا کروں
اب سامنا یزید کا ہے آہ کیا کروں

اِسدم جو سر کھلے سرِ دربار جاؤ گے
امت کے بخشوانے کو محشر میں جاؤ گے

زنداں سے جب چلے سوئے دربارِ اہلبیتؑ
مظلوم اہلبیت دل افگار اہلبیتؑ
زنجیر و طوق میں تھے گرفتار اہلبیتؑ
آفت نصیب بے کس و لاچار اہلبیتؑ

یارو میں کس زباں سے سناؤں وہ ماجرا
کس طرح شمر کھینچ کے ان سب کو لے چلا
زینبؑ کو پیشِ تختِ ستمگر کھڑا کیا
حاکم نے مسکرا کے یہ زینبؑ سے پھر کہا

کچھ عورتیں ہیں اور کئی بچے صغیر ہیں
ایک تنگ ریسمان ہے بارہ اسیر ہیں

بیعت نہ کی حسینؑ نے میری تو کیا ہوا
برباد خاندانِ رسولِ خدا ہوا

یہ سن کے بنتِ فاطمہؑ کو آگیا جلال
بولیں کہ او یزید زباں اپنی تو سنبھال
ہوتا اگر رضا پہ نہ راضی علی کا لال
پھر اسکے سر کو کاٹتا کوئی بھی کیا مجال
گھر کو لٹا کے عشقِ الٰہی میں مرگئے
جو عاشقوں کا کام تھا شبیرؑ کرگئے

زینبؑ یہ کہہ رہی تھی کہ ناگاہ غل اٹھا
ہندہ محل سے آتی ہے بے مقنع و ردا
گھبرا کے اپنے تختِ سے حاکم کھڑا ہوا
ہندہ بھی آن پہونچی بصد نالہ و بکا
تھرا گیا یزید کو خجلت بڑی ہوئی
زینبؑ کے آگے آنکے ہندہ کھڑی ہوئی

پہلے تو خوب چہرہ ء زینبؑ پہ کی نظر
پھر آہِ سرد بھر کے یہ بولی بچشمِ تر
اے بے نصیب بی بی اٹھاؤ زمیں سے سر
کچھ اپنا حال مجھ کو سنا دوست جانکر
کیا درد ہے جگر میں جو بے چین ہوتی ہو
اے بی بی کس غریب کے ماتم میں روتی ہو

ہندہ قدم پکڑ کے یہ بولی با اشک و آہ
یہ انکسار صاف شرافت کا ہے پتہ
ہے نقش میرے دل پہ کہ تم سب ہو بے گناہ
مقبولِ ذوالجلال ہو در حال ہے تباہ
سردارِ قوم یا کوئی عالی وقار ہو
اور یا کسی رسول کے تم رشتے دار ہو

اس گفتگو نے کردیا زینبؑ کو بیقرار
زینبؑ سے پوچھتی ہے تُو زینبؑ کی کیا خبر
غش کھا کے گر پڑی نہ رہا دل پہ اختیار
زینبؑ یہی ہے غش جو پڑی ہے زمین پر
بانو پکاری تھام زباں ہند دل فگار
اکبر کے بیاہ کا میرے آگے نہ زکر کر
بانو میں ہی ہوں زوجہء شبیرؑ نامدار
بن بیاہ نامراد ہوا قتل وہ پسر

خنجر گلے پہ نائبِ حیدرِ کے دھر دیا
اک بیٹا چھ مہینے کا بے گور بن میں ہے
شوہر نے تیرے بی بی مجھے بیوہ کردیا
سجادؑ بچ گیا تھا تو طوق و رسن میں ہے

ہندہ نے دل پکڑ لیا اور رو کے یہ کہا
لائیں خواصیں جا کے ردائیں بصد حجاب
فریاد گھر جنابِ محمدؐ کا لُٹ گیا
زینبؑ کے آگے لے گئیں ہندہ جگر کباب
پھر رو کے اک خواص سے بولی وہ باوفا
بولیں یہ ہدہ لائی ہوں اے بنتِ بوترابؑ
تُو جا کے چادریں میرے گھر سے اٹھا کے لا
تم اوڑھ لو انہیں تو میں ہوں داخلِ ثواب

نا محرموں میں آلِ رسالتمآب ہیں
اپنا سمجھ کے مجھ سے ردائیں یہ لیجئے
میری رسول زادیاں سب بے نقاب ہیں
اور سارے اہلبیتؑ کو تقسیم کیجئے

زینبؑ کو پھر اڑھانے لگیں آپ وہ ردا — ہندہ یہ سنکے رونے لگی دھاڑ مار کر
زینبؑ کو عرق آگیا بولیں کہ ٹھہر جا — اور دیکھ اُن سروں کو یہ بولی وہ نوحہ گر
بھائی کے سر سے پوچھ لوں مرضی ہے انکی کیا — واری یہ لونڈی آپکی اے شاہِ بحر و بر
چادر کے لینے سے کہیں بھائی نہ ہوں خفا — زینبؑ سے کہدو نذر میری لے وہ بے خطر

واجب متابعت ہے شہِ مشرقین کی — آقا میری زباں سے معجز نمائی کر
مشہور ہے جہان میں غیرت حسینؑ کی — مشکل کشا کے لاڈلے مشکلکشائی کر

ہندہ نے انکسار سے جس وقت یہ کہا
معجز نما نے معجزہ اپنا دکھا دیا
ناگاہ طشتِ زر سے شہِ دیں کا سر اٹھا
لکھا ہے یہ کہ قدِ آدم بلند ہوا

حاکم کو یہ مدینے کے جسدم خبر گئی
سبطِ نبیؐ کو فوجِ ستم قتل کرگئی
کھیتی جنابِ فاطمہؑ کی خوں میں بھرگئی
تا شہرِ شام بنتِ علیؑ ننگے سر گئی

آنکھوں سے خوں بہا کے پکارا سرِ حسینؑ — سچ ہے کہ کس طرح دلِ انساں کو کل پڑے
ہندہ سے لے لو چادریں اے خواہرِ حسینؑ — دشمن تھا وہ بھی دو مگر آنسو نکل پڑے

سنکر یہ حال مادرِ عباسِ نیکنام
کچھ اژدھام میں گئیں منبر کے جب قریب
پہنچی جو تابہ مسجدِ پیغمبرِ انام
سر کو جھکا کے کہنے لگا اسطرح خطیب
مردوں سے عورتوں نے یہ بڑھکر کیا کلام
کس خانداں سے ہے یہ ضعیفہ بلا نصیب
ہٹ جاؤ راہ دو کہ ادب کا ہے یہ مقام
بولا کوئی کہ عاشقِ شاہنشہِ غریب

حالِ حسینؑ سننے کو تشریف لاتی ہیں
یہ آسماں کنعاں ہیں عصمت پناہ ہیں
بیت الشرف سے مادرِ عباسؑ آتی ہیں
ام البنینؑ ہیں زوجہ ء شیرِ الٰہ ہیں

رونے لگا خطیب یہ سنکر بصد کمال
اس نے کہا کہ حضرتِ عباسؑ نیکنام
بولا کہ اے ضعیفہ ء ذی قدر و خوشخصال
فرمایا ہاں حسینؑ تو آقا ہیں وہ غلام
کچھ اپنے چاروں بیٹوں کا تجھ کو نہیں ملال
قاصد نے عرض کی کہ جب آئی تھی فوجِ شام
فرمایا پہلے کہہ پسرِ فاطمہؑ کا حال
چاروں تھے قتل گاہ میں پروانہء امام

بیٹوں کی کب خبر مجھے اپنی خبر نہیں
ظاہر اس ایک لال سے لشکر کا اوج تھا
میرا سوا حسینؑ کے کوئی پسر نہیں
عباسِ نامدار علمدارِ فوج تھا

تھرا کے تب یہ کہنے لگیں وہ اسیرِ غم | بولا وہ جب شہید ہوا قاسمِ حسنؑ
ہے ہے میرے امام سے کیا بات کی رقم | اُسدم گرا حسینؑ پہ کوہِ غم و محن
کیوں نام میرے بیٹوں کا لیتا ہے دمبدم | نکلے تھے ننگے سر حرمِ سرورِ زمن
حالِ حسینؑ کہہ کے نکلتا ہے میرا دم | غل تھا کہ بیوہ ہوگئی اک رات کی دلھن

میں نا تواں کی فکر میں تو اور فکر میں | رخصت طلب حسینؑ سے عباسؑ ہوتے تھے
ذکرِ غلام کرتا ہے آقا کے ذکر میں | حضرت لپٹ لپٹ کے برادر سے روتے تھے

جسدم سنا یہ ذکر تو صدمہ ہوا کمال | قاصد کو اس کلام سے حیرت ہوئی زیاد
غصے سے کانپ کانپ کے بولیں وہ خستہ حال | بولا کہ اے ضعیفہء ناشاد و نامراد
پھر کہیو کیا کہا یہ میرے باوفا کا حال | للہ کر نہ شکوہء عباسِ خوش نہاد
جیتا تھا وہ شہید ہوا جب حسنؑ کا لال | سُن پہلے مجھ سے معرکہ آرائیء جہاد

گر یہ کِیا تو خُوب ہی خوش میرا دل کیا | تھا عشق اُسکو فاطمہؑ کے نورِ عین سے
اُس نے حسنؑ کی روح سے مجھکو خجل کیا | عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے

بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا
ہر اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اڑانا کہوں میں کیا
منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا

قاصد بصد یہ حالِ علمدار کہہ چکا
مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
ام البنینؑ نے شکر کا سجدہ کیا ادا
اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا سوئے کربلا

بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہؑ پہ عباسؑ مر گئے

بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِ عین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

ام البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر
قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئیں کدھر
اُس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر
جاتے تھے اہلبیتِؑ محمدؐ برہنہ سر

صغراؑ کیلئے تحفہء غم لاتیں ہیں زینبؑ
بے سبطِ نبیؐ سوئے وطن آتی ہیں زینبؑ
جو پوچھتا ہے شاہ کو شرماتی ہیں زینبؑ
منہ کرکے بقیعہ کو یہ چلاتی ہیں زینبؑ

ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشاء کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

اماں کہو منہ کسکو دکھاؤں میں وطن میں
سب پوچھتے ہیں بھائی کو اور بھائی ہے رن میں

ایسی نہ جدائی ہو کسی بھائی بہن میں
بھائی رہے جنگل میں بہن آئے وطن میں
جسدم میرے بھائی کا گلا کٹتا تھا زمیں
میں آپکو چلاتی تھی اُس رنج و محن میں
واں تو نہ سنی آپ نے فریاد ہماری
اب لُٹ کے یہاں آئی ہوں دو داد ہماری

زینبؑ کی تو تھی مرقدِ زہراؑ سے یہ گفتار
صغراؑ تھی سرِ راہ کھڑی ششدرو ناچار
اور غل تھا کہ ہے ہے کوئی لشکر نہ علمدار
سب وارثوں میں زندہ ہیں اک عابدِؑ بیمار
اک نہر لہو کی ہے کہ آنکھوں سے بہی ہے
بیمار مسیحا کیلئے پیٹ رہی ہے

سب لڑکیوں سے کہتی ہیں تم مجھ کو سنبھالو
ہمجولیوں گھر سے میری دادی کو بلادو
رستے کی ہے جو خاک میری زلفوں پہ ڈالو
بابا موئے اب لو میرے ارمان نکالو
پردیسیوں کے سوگ کا آئین بتادو
کالی کفنی گھر میں کسی کے ہو تو لادو

القصہ چلیں سوئے فدک مادرِ عباسؑ
پر دلمیں تھے سو طرح کے اندیشہ و وسواس
سر ننگے بشیر اُسطرف آیا بادلِ یاس
دیکھا جو جلال انکا لگا کہنے وہ بے آس
سیدانیوں کی شان و شکوہ آپ میں سب ہے
پر گھر سے نکل آنا قیامت ہے غضب ہے

بتلاؤ تو کیا ایسی مصیبت پڑی تم پر — وہ کہنے لگا دل میں یہ با حسرت و دردا
جو اوڑھ کے برقعے کو نکل آئی ہو باہر — اس بی بی کو سننے سے فقط صدمہ ہے ایسا
بولیں کہ سوا ہے کوئی غم اس سے برادر — زینبؑ نے تو خنجر کے تلے بھائی کو دیکھا
سنتی ہوں کہ شبیرؑ میرا ہوگیا بے سر — یہ ہوتیں جو مقتل میں تو پھٹ جاتا کلیجہ

کیا جانے تُو ناموس ہوں کس شاہِ ہدیٰ کی — بولا تیرے بچھڑوں سے خدا تجھ کو ملا دے
رہگیروں سے میں بات کروں شان خدا کی — مخدومہ ذرا اسمِ شریف اپنا بتا دے

پہلے تو تحمل کیا پھر بولیں وہ دکھیا — یہ کہہ کے لگا پیٹنے سر اپنا وہ ناشاد
شبیرؑ کی میں لونڈی ہوں اور قاصدِ صغراؑ — عباسؑ کی ماں نے کہا کیوں کرتا ہے فریاد
دکھیاری کا لونڈی کا بھلا نام و نشاں کیا — وہ بولا کہ عباسِ علیؑ آئے مجھے یاد
جزلم کا پسر رو کے پکارا کہ میں سمجھا — تم قاصدِ صغراؑ ہو تو میں قاصدِ سجادؑ

یوں بہرِ حسینؑ اب جو سراسیمہ رواں ہو — عابدؑ کا فرستادہ میں لایا ہوں ادھر کو
تم ہو نہ ہو عباسِ علمدارؑ کی ماں ہو — جو پوچھنا ہو پوچھ لو جاتی ہو کدھر کو

تھرا کے گریں خاک پہ اور پوچھا کئی بار
فاقوں کی تو یہ حد ہے کہ جینے سے ہوئے سیر
کیوں بھائی نہ دیکھوں گی میں شبیرؑ کا دیدار
ہے پیاس کا یہ نکتا کہ تڑپے تہہِ شمشیر
خیر اب میرے محبوب کا احوال کر اظہار
زخموں کی ہے یہ شرح کہ جیسے زبر و زیر
وہ کہنے لگا کونسا حال اے جگر افگار
تنہائی تھی ایسی کہ پیادہ رہے تا دیر
تنہائی کا مظلومی کا یا بے وطنی کا
جن جن کا سہارا تھا جواب اس نے دیا تھا
فاقوں کا جراحت کا کہ تشنہ دھنی کا
سیدانیوں نے مل کے سوار انکو کیا تھا

یہ سنتے ہی اک مرتبہ بس طیش سا آیا
قاصد نے کہا مر چکا تھا حرؑ خوش انوار
بولیں یہ غضب کا کلمہ تو نے سنایا
یہ کہنے لگیں حرؑ نہیں عباسؑ علمدار
سیدانیوں نے گھوڑے پہ سید کو بٹھایا
بچپن میں جسے کاندھے پہ شہؑ کرتے تھے اسوار
سب فوج نے کیا ہاتھ رفاقت سے اٹھایا
عباسؑ نے تھامی نہ رکابِ شہِ ابرار
کیا کوئی عزیزوں میں بھی حاضر نہ وہاں تھا
کن آنکھوں سے دیکھا گیا یہ بھائی کا صدمہ
سب ایک طرف خاص غلام انکا کہاں تھا
ہے ہے میرے سید پہ یہ تنہائی کا صدمہ

زینبؑ نے رکابِ شہِ دیں تھامی جو بھائی
اسوقت بھی غیرت میرے بچے کو نہ آئی
میں نے جو اسے دودھ کی تھی دھار پلائی
اقرار لیا ہو جیو حضرت پہ فدائی

نے گھر کی نہ محفل کی نہ دنیا کی نہ دیں کی
اے وائے مقدر نہ رہی میں تو کہیں کی

پھر مڑ کے بھتیجے کی طرف کو یہ پکاری
یا فاطمہؑ للہ خطا بخشو میں واری
عباسؑ سے کیا کام میں لونڈی ہوں تمہاری
محشر میں کہیں منہ نہ پھرا لینا میں واری

میرا کوئی جز شبرؑ و شبیرؑ نہیں ہے
بیٹے کی خطا ہے میری تقصیر نہیں ہے

آواز بھتیجے کی طرف سے ہوئی پیدا
بی بی تیرا عباسؑ تو ہے محسنِ زہرا
قاصد بھی پکارا کہ خطا کیسی گناہ کیا
نیکوں سے برائی بھی کہیں ہوتی ہے حاشا

سیدانیوں نے خدمتِ شبیرؑ جو کی تھی
یہ مرچکا تھا شہؑ کی کمر ٹوٹ چکی تھی

فوجِ شبیرؑ پہ جب ہو چکی اعدا کو ظفر
بیٹھا تھا کرسیء زریں پہ تکبر سے عمر
گرد سردار تھے سب نزر لئے ہاتھوں پر
پر وہ کہتا تھا ابھی لونگا نہ نذرِ لشکر

ٹھہرو ٹھہرو میں ابھی شمر کو خلعت دے لوں
نذر پہلے سرِ فرزندِ پیمبر لے لوں

تھا یہ سامان کہ آیا وہاں شمرِ اکفر
خنجر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شبیرؑ کا سر
جھوم کر فخر سے کہتا تھا یہ وہ بد اختر
ہے شجاعانِ عرب میں کوئی میرا ہمسر

بادشاہِ ملک و جن و بشر کو مارا
حاکمِ انجم و خورشید و قمر کو مارا
میں نے ہمشکلِ پیمبرؐ کے پدر کو مارا
جسکو معراج ہوئی اسکے پسر کو مارا

میں نے اُس شیر کے فرزند کے سر کو کاٹا
جسکی شمشیر نے جبریلؑ کے پر کو کاٹا

سینہ شق کرکے میں زہراؑ کا جگر لایا ہوں
کاٹ کر پنجتنِ پاک کا سر لایا ہوں

آفریں کہہ کے اٹھا کرسیء زریں سے عمر
اور لیا ہاتھ میں اپنے سرِ ابنِ حیدرؑ
سر کی مظلومی و غربت پہ جو کی اُس نے نظر
دیکھا رخساروں پہ اشکوں کی روانی کا اثر

وہ لگا کہنے کہ یہ تو نہیں مجھکو معلوم
ذبح کے وقت یہ کہتے تھے امامِ مظلوم
ہائے بے پردگیء زینبؑ و امِ کلثوم
شاہؑ تو روتے تھے اور کاٹتا تھا میں حلقوم

شمر سے پوچھا کہ جب ذبح یہ ہوتے ہونگے
ہے یقیں اکبرؑ ناشاد کو روتے ہونگے

نہ حیا شاہؑ پہ آئی نہ مروت آئی
ایک روداد پہ لیکن مجھے رقت آئی

جب ہوا سینے پہ اسوار نہ رحم آیا مجھے   قسمیں دے دے کے وہ کیا کیا مجھے سمجھایا کی
حلق پر رکھی جو تلوار نہ رحم آیا مجھے   کوثر و خلد کا اقرار بھی فرمایا کی
تڑپے کیا کیا شہِؑ ابرار نہ رحم آیا مجھے   ذبح کرتا رہا میں اور وہ چلایا کی
پانی پانی کہا دو بار نہ رحم آیا مجھے   کان میں ہائے حسیناؑ کی صدا آیا کی

پر ہر اک ضرب پہ چھاتی میری پھٹ جاتی تھی   بولا وہ کون یہ غمخوارِ شہِ والا تھی
کوئی بی بی میرے خنجر سے لپٹ جاتی تھی   سرِ شبیرؑ پکارا میری ماں زہراؑ تھی

جب آئے لٹ کے حرم روضہء رسولؐ پہ آہ

گرے مزارِ مبارک پہ عابدِ ذیجاہ
اٹھا کے ہاتھ یہ فریاد کی بہ نالہ و آہ
تباہی آ گئی ہم بیکسوں پہ یا جداہ
بڑا ستم کیا امت نے یا رسولِؐ زمن
کیا حضور کے پیاروں کو ذبح تشنہ دہن
رہا سناں پہ سرِ پاک اور زمیں پہ بدن
لٹے ہم ایسے کہ بابا کو دے سکے نہ کفن

یتیم ہو کے یہ ناشاد کام آیا ہے — نہ دن کو تھی ہمیں راحت نہ چین راتوں کو
پدر کو کھو کے وطن میں غلام آیا ہے — جکڑ دیا تھا رسن سے ہمارے ہاتھوں کو

گئیں لحد پہ پھر اسطرح زینبِؑ محزوں
کہ ایک ہاتھ میں شہؑ کا عمامہء پرخوں
اور ایک ہاتھ میں حضرت کا جامہء گلگوں
زباں پہ مرثیہ جس کا یہ جانگزا مضموں
حسینؑ بھائی کو ہم کربلا میں چھوڑ آئے
علیؑ کے لعل کو دشتِ بلا میں چھوڑ آئے
یتیمِ فاطمہؑ کو نینوا میں چھوڑ آئے
تمہارے چاند کو ہم خاکِ شفا میں چھوڑ آئے

یزید نے ہمیں لوٹا دہائی ہے نانا — یہ بعد قتل عجب تفرقہ پڑا نانا
بہن شہید کی پرسے کو آئی ہے نانا — گڑا بدن کہیں اور سر کہیں گڑا نانا

ہوئی حسینؑ کے مرنے سے در بہ در زینبؑ — یہ کہکے قبر پہ رکھدی وہ خوں بھری پوشاک
گئی یزید کی مجلس میں ننگے سر زینبؑ — کفن میں ہوگئے بے چین سیدِ لولاک
کئی مہینے رہی قید نوحہ گر زینبؑ — ضریح ہلنے لگی تھرتھرائی تربتِ پاک
یہ سخت جاں تھی کہ جیتی پھری ادھر زینبؑ — زمیں لرز گئی جنبش میں آگئے افلاک

ورم ہے شانوں پہ دکھتے ہیں استخواں نانا — نبیؐ کے رونے آواز صاف آتی تھی
یہ میرے بازو پہ رسی کے ہیں نشاں نانا — صدائے سینہ زنی آسماں پہ جاتی تھی

لکھا ہے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

بپا تھا یاں تو ابھی ماتمِ شہِ ابرار
کہ اک قیامتِ کبریٰ عیاں ہوئی اکبار — سروں کو پیٹتے باصد غم و الم آئے
سنبھالے فاطمہ صغراؑ کو عورتیں دو چار — بپا تھا غل حرمِ سیدِ امم آئے
منہ اپنا پیٹتی داخل ہوئیں با حالتِ زار — بیاں یہ کرتے تھے سجادؑ روکے ہم آئے

پکارتی تھیں شہِؑ مشرقین کو مارا — تمام کنبے کو مقتل میں کھو کے آئے ہیں
یہ کیا غضب ہوا کس نے حسینؑ کو مارا — بجائے تحفے بہتر کے داغ لائے ہیں

مدینے والو ہمیں کربلا میں لوٹ لیا — غرض کہ ناقوں سے اپنے اتر چکے جو حرم
یتیم ہم ہوئے بابا ہوئے شہیدِ جفا — بچھائی بیبیوں نے گھر میں تب صفِ ماتم
ہوئے اسیرِ ستم اہلبیتؑ واویلا — کہا یہ فاطمہؑ صغرا نے کیوں نہ ہو مجھے غم
برہنہ پا مجھے تا شام لے گئے اعدا — ملی نہ آکے سکینہؑ بھی مجھ سے ہائے ستم

جو تھمتا تھا تو جفا آشکار ہوتی تھی — پکاری بانوؑ وہ جی سے گزر گئی صغرا
کہ پشت دروں سے میری فگار ہوتی تھی — سکینہؑ شام کے زنداں میں مرگئی صغرا

لکھا ہے شوہرِ زینبؑ کمال گھبرائے — گیا جو گھر میں یہ سن کر وہ سیدِ اکرم
حضور سید سجاد نامور آئے — کہ دیکھا بھائی کو روتی ہیں زینبؑ پرغم
زبان پر یہ شکایت کے کلمے تب لائے — کہا پھپّی سے یہ سجاد نے بادیدہء نم
نثار آپ پہ میں اے حسینؑ کے جائے — تمام عمر اگر آپ روئے تو بھی ہے کم

پھپّی نے آپ کی چھوڑا میری رفاقت کو — یہ ڈر ہے آپ نے جی سے کہیں گزر جائیں
ہوا علیل نہ آئیں میری عیادت کو — خدا نخواستہ فرطِ قلق سے مرجائیں

چلیں مکان کو القصہ بنتِ شیرِ الٰہ   جب اپنے لاڈلوں کی خواب گاہ آئی نظر
ہوئیں جو داخلِ دولت سرا بہ نالہ و آہ   گری زمین پہ غش کھا کے خواہرِ سرور
مکان خالی تھا موجود تھے نہ عبد اللہ   جب آیا ہوش تو چلائی پیٹ پیٹ کے سر
وہ گھر جو دیکھا ہوا دل پہ صدمہء جانکا   کہاں ہو عون و محمد دکھاؤ شکل آ کر

وفورِ رنج وتعب سے وہ جان کھونے لگیں   پھر اجڑے گھر میں یہ تقدیر مجھ کو لائی ہے
لپٹ کے ہر در و دیوار سے وہ رونے لگیں   گلے سے لپٹو تم آ کر کہ مادر آئی ہے

یہ بین کرتی تھی اور روتی تھیں وہ سینہ فگار   زبانِ حال سے گویا ہوئے یہ عبداللہ
زمیں لرزتی تھی ظاہر تھے حشر کے آثار   ضعیفہ کون ہے تو کر ذرا مجھے آگاہ
کہ آئے شوہرِ زینبؑ وہاں بہ حالتِ زار   سبب ہے کیا جو تو کرتی ہے نالہء جانکاہ
مزاج پوچھا نہ کی بات انُ سے کچھ زنہار   نہ کر تو بدشگنی میرے گھر سے جا للہ

سہے تھے صدموں پہ صدمے جو بنتِ حیدرؑ نے   جو مبتلائے مصیبت ہے کچھ نہ پروا کر
یہ حال تھا کہ نہ پہچانا انُ کے شوہر نے   امامِ عصر ہیں سجادؑ اُن سے کہہ جا کر

یہ بات سن کے لگی رونے دخترِ زہراؑ — صدا یہ سنتے گھبرا گئے وہ نیک خصال
ہزار چاہا کسی طرح ضبط ہو نہ سکا — پکارے بنتِ علیؑ کیا ہوا تمہارا حال
پکاری سینہ و سر پیٹ کر یہ وہ دکھیا — ہوئی شناخت بھی مشکل بہ فرطِ رنج و ملال
زمانہ پھر گیا صاحب نہیں ہے تم سے گلا — دیا جواب کہ شرمندگی ہے مجھ کو کمال

یہ سچ ہے رہنے کے قابل میں یاں بھلا کب ہوں — تمہارے سینے کو داغوں سے بھر دیا میں نے
تمام کنبے کو جو روئی میں وہ زینبؑ ہوں — نثار بھائی پہ بیٹوں کو کر دیا میں نے

میں کیا کہوں کہ جو گزرے ستم میرے آگے — پکارے شوہرِ زینبؑ سنی جو یہ تقریر
ہوا رسولؐ کا ٹھنڈا علم میرے آگے — خموش بنتِ علیؑ اب یہ حال ہے تغیر
نکل گیا علی اکبرؑ کا دم میرے آگے — تمہاری باتوں سے دل پر لگا ہے غم کا تیر
ہوا حسینؑ کا بھی سر قلم میرے آگے — کچھ اپنا بس نہیں جو مرضیء خدائے قدیر

لٹا کے آئی ہوں میں کربلا میں سب گھر کو — ہے جائے فخرِ عنایت ربِ اعلیٰ پر
غرض کہ روئی ہوں اک دن میں میں بہتر کو — کہ میرے بیٹے تصدق ہوں شاہِ والا پر

مگر بتاؤ تو اے بنتِ حیدرِ کرار　　جب آئے خیمے میں لاشے تو عون میں دم تھا
سپاہِ شام سے کیسے لڑے میرے دلدار　　لٹا دیا تو مجھے آنکھ کھول کر دیکھا
ہوئے کچھ انُ سے رضامند سیدِ ابرار　　وہ ننھے ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر یہ کہا
پکاری آپکے میں انکی ہمتوں کے نثار　　کہ دودھ بخش دو اماں ہمیں برائے خدا

کئے وہ حملے کہ ابتر تمام لشکر تھا　　اخیر عمر ہے جاتے ہیں ہم تو دنیا سے
جو یہ علیؑ تھا لڑائی میں تو جعفرؑ تھا　　وطن میں پہنچو تو کہیو سلام بابا سے

ہے کربلائیوں کا مدینے میں داخلہ

آتا ہے بے حسینؑ کے زینبؑ کا قافلہ
کس حسرت و قلق کا ہے دل سے مقابلہ
یثرب کا قرب گورِ غریباں سے فاصلہ

سب نے کہا قبول ہے اے بنتِ مرتضیٰؑ
قبرِ نبیؐ پہ قافلہ لوٹا ہوا چلا
زینبؑ نے بابِ روضہ پہ جا کر یہ دی صدا
اٹھیے لحد سے سو چکے اے فخرِ انبیاءؐ

زینبؑ پکاری گھر میں نہ صورت دکھاؤنگی — حضرت کے لختِ دل کے عزادار آئے ہیں
میں تو نبیؐ کے روضے پہ پرسے کو جاؤنگی — نانا تیرے نواسے کے زوار آئے ہیں

لبیک کی صدا ہوئی تربت سے آشکار — میں تحفے ماریہ سے بہت ساتھ لائی ہوں
داخل ہوئے رواقِ پیمبرؐ میں سوگوار — پرُ خوں لباس سیدِ خوش ذات لائی ہوں
آکر طوافِ قبر کیا سب نے ایکبار — بازو پہ نیل رسی کے ہیہات لائی ہوں
زینبؑ بلائیں لے کے پکاری کہ میں نثار — نادار تھی سفر سے یہ سوغات لائی ہوں

معمول ہے کہ گھر میں مسافر جو آتا ہے — میرے شہید بھائی کی پوشاک پاک ہے
کچھ تحفے اپنے ساتھ سفر سے وہ لاتا ہے — کچھ ابنِ بوتراب کی تربت کی خاک ہے

اک تحفہ تو شبیہ پیمبرؐ کا داغ ہے　　زینبؑ کے بعد بانوئے سلطانِ کربلا
اک ہدیہ چھ مہینے کے اصغرؑ کا داغ ہے　　اٹھ کر لحد کے گرد پھری با غم و بکا
کیا کیا دکھاؤں نزر بہتر کا داغ ہے　　لے کر بلائیں قبر کی اسطرح سے کہا
سوغات سب سے عمدہ برادر کا داغ ہے　　تسلیم اے حبیبِ خدا فخرِ انبیاؑ

ستر دو تن کو پیٹ کے اور رو کے آئی ہوں　　پھر کر سفر سے آج میں ناشاد آئی ہوں
دولت علیؑ کی ماریہ میں کھو کے آئی ہوں　　سوغات ایک ننھے مسافر کی لائی ہوں
یہ کہہ کے خوں بھرا ہوا کرتا صغیر کا　　آنکھوں سے قبرِ پاک پیمبرؐ لگا تو لو
تعویزِ قبر پاک پہ پھیلا کے رکھ دیا　　ننھی سی انگلی بہرِ زیارت اٹھا تو لو
اک بار مہرِ مادری نے جوش جو کیا　　اس صغیر سن میں جو دکھ ہیں سنا تو لو
لے کر بلائیں کرتے کی بولی بصد بکا　　نانا کو زخم تیرِ ستم کا دکھا تو لو

گستاخیاں نہیں یہ مناسب غلام کو　　بیٹھے ہو کیوں خموش متانت سے صبر سے
اصغرؑ سلام تو کرو خیرالانام کو　　پھیلا کے ہاتھ جلد لپٹ جاؤ قبر سے

کچھ تحفہ نانا جان کو تو کربلا کا دو — نانا سے کہدو ماں پھری بلوے میں بے ردا
صرہ تو کوئی نذر میں خاکِ شفا کا دو — نانا سے کہدو شہؑ کو کفن بھی نہیں ملا
پرُ خوں عمامہ اکبرِ گلگوں قبا کا دو — کہدو کہ دستِ دخترِ مشکلکشا بندھا
پُرسہ چچا کا باپ کا سب اقربا کا دو — کہدو کہ لاشہ باپ کا پامال ہوگیا

قیدِ ستم کے جوروالم سہنے کو کہو — نانا سے کہدو بالی سکینہؑ بھی مرگئی
دربار میں پھوپھی کے کھڑے ہونے کو کہو — بابا کے سر پہ جان فدا اپنی کرگئی

کہدو کہ نیزہ کاری بڑے بھائی کے لگا
کہدو پھوپھی کے بیٹے بھی حق پر ہوئے فدا
تاپشتِ صدر اکبرِ گلگوں قبا چھدا
مقتولِ ظلم ہوگئے عباسِ باوفا
کہدو کہ بازو ٹوٹا امامِ غیور کا
ٹھنڈا ہوا علم لبِ دریا حضور کا

میں جا کے دیکھوں گی لاشِ امامِ نیک خصال
سنا ہے خاک پہ اصغر پڑا ہے خون میں لال
میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤنگی جھنڈولے بال
اسیر کنبے کا پوچھونگی قید میں احوال
نہ جب تلک شہِ مظلوم دفن ہوئینگے
ہم اپنے باپ کے لاشے پہ رن میں روئینگے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جومختار ہوئے ایک دن کوفے کے بازار میں یہ شور ہوا
انتقامِ شہدا لینے پہ تیار ہوئے ہوگئی حضرتِ سجادؑ کی مقبول دعا
جتنے قاتل تھے شہِ دیں کے گرفتار ہوئے حرملہ قید ہوا شکرِ خداوند عُلا
مومنوں سے جولڑے کوفی وہ فنار ہوئے لائے مختار کے آگے جو اسے وہلِ وفا

اُس نے چُن چُن کے ہراک بانیءِشرکو مارا پوچھا کیوں عرشِ معلیٰ کو ہلایا ظالم
خولی و شمر و سنان اور عمر کو مارا تیر معصوم کو کیوں تُو نے لگایا ظالم

جو ستم تُو نے کیئے انکا مجھے حال سنا ایک تو مشک کو جب لیکے علمدارؑ چلا
ہاتھوں کو جوڑ کے یہ اُس ستم آرا نے کہا صورتِ شیر سوئے سید ابرار چلا
تیر چھ تھے میرے ترکش میں وطن سے جو چلا کٹ گئے شانے جوتلوار کا اک وار چلا
تین تیروں نے تو کی رن میں نشانے سے خطا مشک کو دانتوں سے پکڑے ہوئے جرار چلا

ہوں مُقر آلِ پیمبرؑ کو ستایا میں نے میری بیداد سے بچوں نے نہ پایا پانی
تین تیروں کو نشانے پہ لگایا میں نے تیر اک مار کے سب میں نے بہایا پانی

دوسرے تیر کا اب حال میں کرتا ہوں بیاں   بنتِ احمدؐ کو نہ مدفن میں رلاؤ لوگو
لائے اصغرؑ کو جو میدان میں شاہِ دوجہاں   چھوڑو غفلت کو رہِ راست پہ آؤ لوگو
اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اینٹھی تھی زباں   میرے دکھتے ہوئے دل کو نہ دکھاؤ لوگو
اُسکو ہاتھوں پہ اٹھا کر کیا شہؑ نے یہ بیاں   پانی تھوڑا سا تم اصغرؑ کو پلاؤ لوگو

تم کو خوفِ غضبِ خالقِ قہار نہیں   پیاسا سب کنبے کے ہمراہ یہ معصوم بھی ہے
میں خطا کار ہوں بچہ تو خطا وار نہیں   یہ مسافر بھی ہے سید بھی ہے مظلوم بھی ہے

متوجہ نہ ہوا کوئی میانِ لشکر   جب بنِ سعد نے لشکر میں طلاطم دیکھا
تب کہا شاہؑ نے اصغرؑ سے یہ بادیدہء تر   آیا گھبرایا ہوا پاس میرے اور یہ کہا
مجھکو دیتا نہیں پانی کوئی اے نورِ نظر   جلد کر کام تمام اس کا نہ کر دیر ذرا
گو ہو کمسن پہ ہو تم حجتِ خالق کے پسر   میں نے اک تیر سہ پہلو جو اُدھر کو پھینکا

پیاس کا اپنی یقیں ان کو دلادو اصغرؑ   میرے اک تیر نے دونوں کو برابر توڑا
تم بھی ننھی سی زباں اپنی دکھادو اصغرؑ   بازوئے شاہؑ گلوئے علی اصغرؑ توڑا

جب گلوئے علی اصغرؑ پہ پڑا میرا تیر　　تیسرا تیر جو تھا اُس کا سن اب حال امیر
منقلب شاہؑ کے ہاتھوں پہ وہ تڑپا بے شیر　　جب زمیں پر گرے گھوڑے سے جنابِ شبیرؑ
دیکھ کر چرخ کو کس یاس سے روئے شبیرؑ　　کھینچ کر خنجرِ بیداد بڑھا شمرِ شریر
اور رو کر کہا حضرت نے کہ اے ربِ قدیر　　نکلی اُس وقت درِ خیمہ سے شہؑ کی ہمشیر

نوجوانوں کا تو فدیہ ہوا اکبرؑ میرا　　رو کے کہتی تھی کہ وہ حق کا فدائی ہے کہاں
شیعوں کے بچوں پہ قرباں ہوا اصغرؑ میرا　　کوئی للہ بتادے میرا بھائی ہے کہاں

دور سے حال یہ سب دیکھ رہا تھا جو عمر　　تیر یہ شانہء زینبؑ پہ پڑا ہائے غضب
شمر کو رحم نہ آجائے ہوا اُس کو یہ ڈر　　منہ کے بل گر پڑی وہ دخترِ سلطانِ عرب
پاس تھا میں تو یہ کہنے لگا وہ خیرہ سر　　اور چلائی کہ بر آیا نہ میرا مطلب
کسی تدبیر سے اب روک اُسے دیر نہ کر　　بھائی اب آ نہیں سکتی ہے وہاں تک زینبؑ

سن کے یہ تیر کو چلّے سے ملایا میں نے　　کس طرح آپ تلک آئے ہے دور بہن
اور سوئے زینبِ دلگیر چلایا میں نے　　کس طرح تم کو بچائے کہ ہے مجبور بہن

سنا مدینے میں ایک دن کہ قاصد آیا ہے

لکھا ہے قاصدِ غمگیں میانِ مسجد تھا

خبر مسافرِ خیر النساء کی لایا ہے   کہ آئیں حضرتِ ام البنین بھی اُس جا
خدا نے آج یہ دن عید کا دکھایا ہے   کہا بتا مجھے اے قاصدِ حسینؑ بتا
کہ مژدہ آمدِ قاصد کا آج آیا ہے   برہنہ سر تھا گلے میں تھی ایک شالِ عزا

سفر سے فاطمہ کا نورِ عین بھی آئے   حسین خیر سے ہے اور اقربائے حسینؑ
خبر تو آئی الٰہی حسینؑ بھی آئے   سر اپنا پیٹ کہ اس نے کہا کہ ہائے حسینؑ

سر اپنا پیٹ کہ وہ نامہ بر یہ چلایا   یہ سن کے گھر کو چلی خاک اڑاتی وہ دکھیا
حسینؑ نے تو کفن بھی ابھی نہیں پایا   سر اپنا پیٹتا قاصد بھی ساتھ ساتھ چلا
رسول زادیوں پہ سخت حادثہ آیا   یہاں مریضہ کی آنکھیں تھیں سوئے مسجد وا
برہنہ سر ہیں اٹھا جب سے شاہ کا سایہ   کہ ناگہاں یہ سنا شور اُس نے واویلا

گلے میں طوق ہے عابد کے شدتِ تپ میں   خبر حسینؑ کے مرنے کی آج آئی ہے
ہیں زخم نیزوں کی نوکوں کے پشتِ زینبؑ میں   دہائی ہے شہِ لولاک کی دہائی ہے

پکاری فاطمہ صغرا بتاؤ دادی جاں
قریب آن کے قاصد نے جب کہی یہ بات

ہیں خیر سے میرے پردیسی باپ اور میری ماں
تمام کنبہ تیرا قتل ہوگیا ہے ہات

وہ بولیں خیر کہاں گھر کا گھر ہوا ویراں
تیرے لئے تیری مادر تڑپتی ہے دن رات

سفر میں مٹ گیا بالکل علیؑ کا نام و نشاں
بندھے ہیں عابدِ بیمار کے رسن سے ہاتھ

تُو چھوٹی باپ سے اور میں پسر سے چھوٹ گئی
یہ خاکِ مقتلِ شاہِ شہیداں لایا ہوں

ہماری اور تیری آس آج ٹوٹ گئی
میں قید میں تیرے کنبے کو چھوڑ آیا ہوں

میں کربلا سے مدینے کو جب کہ چلنے لگا — یہ سن کے اور بھی وحشت ہوئی جو اسکو سوا
تو قیدیوں میں سے ایک لڑکی نے یہ روکہ کہا — سر اپنا پیٹتی باہر کو چلدی ننگے پا
بہن سے کہیو کہ زخمی ہوا ہے کان میرا — لپیٹ کے دادی پکاری کدھر کدھر صغرا
جو تم سے ہوسکے کچھ بھیج دو دوا بہنا — وہ روکہ بولی میں جاتی ہوں سوئے کرب و بلا

مریضہ بولی وہ میری بہن سکینہؑ ہے — نہ روکو صاحبو جنگل میں خاک اڑانے دو
اسی کی باتوں کا واللہ یہ قرینہ ہے — پدر کی لاش پہ جاتی ہوں مجھ کو جانے دو

میں جا کے دیکھوں گی لاشِ امامِ نیک خصال

سنا ہے خاک پہ اصغر پڑا ہے خون میں لال

میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤنگی جھنڈولے بال

اسیر کنبے کا پوچھونگی قید میں احوال

نہ جب تلک شہِ مظلوم دفن ہوئینگے

ہم اپنے باپ کے لاشے پہ رن میں روئینگے